ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

شمارہ 2 - جلد 14
ربیع الاول ۱۴۳۵ھ جنوری 2014ء

جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مبارک



جور و ظلم و ستم تھرتھرانے لگے
امن آیا جو آیا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست

حمد و نعت

اُس کا ہوں بندہ میں جو ہے مولا حضور ﷺ کا
توحید بھی ہے گویا عطیہ حضور ﷺ کا

تفریق جو کرے ، وہ مسلمان ہی نہیں
یعنی حضور مولیٰ کے ، مولیٰ حضور ﷺ کا

عرش علیٰ ہے واقعی عرش علا مگر
دور آگے اس قصر معلّٰی حضور ﷺ کا

میں اور شرک ؟ کیسی جہالت کی بات کی
مشرک ہو کیا جو دل سے ہے بندہ حضور ﷺ کا

حق کی تجلیات سے سیراب ہو گیا
دیکھا ہے جس نے چہرۂ زیبا حضور ﷺ کا

سوچو بغور شان یداللہ کی قسم
سر تا بپا ہے نور سراپا حضور ﷺ کا

تاریک گوشے دل کے بھی پرنور ہو گئے
میری زبان پہ نام جو آیا حضور ﷺ کا

اللہ ذوالجلال کا آئینہ جمال
واللہ دو جہاں میں ہے نقشہ حضور ﷺ کا

شیخ کریم آسیؔ بے پر ہے ملتجی
اب پھر دکھایئے در والا حضور ﷺ کا

﴿پروفیسر محمد حسین آسی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

تیرا نشانِ پا ھوا اھلِ نظر کی سجدہ گاہ

سعید آسوی کے قلم سے

جب ساری دُنیا کفر و شرک، اِلحاد و بیدینی اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی تھی... جب شرم و حیا، مہر و وفا اور صدق و صفا کا صفحۂ ہستی پر نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا... جب خدا کا وہ گھر جس کا مقصدِ وحید ہی ربِّ یکتا کے حضور دُنیا کو جھکانا تھا، خود تین سو ساٹھ جھوٹے معبودوں سے بھرا ہوا تھا.. جب ابنائے آدم طبقاتی امتیازات کا شکار ہو چکے تھے اور غلاموں کی حیثیت جانوروں سے بھی کمتر تھی... خدا کا عرفان کیا ہوتا، اپنی پہچان بھی نہیں تھی... غرض انسانیت حالتِ نزع میں تھی کہ اسے بچانے کے لیے پروردگارِ عالَم نے ایک مسیحا بھیجا، جس کی آمد نے کائناتِ عالَم کی کایا پلٹ دی اور چھ سو برس کے طویل عرصہ کے بعد صفحۂ ہستی پر نورِ ہدایت و بارانِ رحمت کا نزول ہوا... توحید و رسالت کا اُجڑا ہوا چمن مسکرایا... گلستانِ روحانیت و انسانیت میں تازہ بہار آ گئی... مظلوم اور دُکھی دُنیا کے تنِ مُردہ میں جان آ گئی... نیکی اور حق پرستی کی فضا مہک اُٹھی... اس مسیحِ اعظم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی دلرُبا شخصیت اور دلآویز سیرت نے انسانیت کو ظلمتوں سے نکال کر جہانِ نور کی طرف رہنمائی فرمائی... زندگی کے ہر موڑ پر انسانوں کی حاجت روائی اور مُشکل کشائی فرمائی... الغرض! ساری کائنات خیر و برکت سے معمور ہو گئی۔

جس کی کوئی مثال نہ جس کی کوئی نظیر   مخلوق میں خدا کا وہ احساں تمہیں تو ہو

اس مُحسنِ اعظم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے دُنیا کو قرآنِ مقدّس جیسا ضابطۂ حیات اور اِسلامِ مقدّس جیسا نظامِ حیات بخشا، جسے اپنانے والے اقوامِ عالَم کے اِمام اور اُستاد بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اُوروں کے ہادی بن گئے   کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

دانش کدۂ مدینہ کے اس آفتابِ علم و عرفان کی تربیت گاہ سے صدّیقِ اکبر، عمرِ فاروق، عثمانِ غنی، علی مُرتضٰی، خالد بن ولید، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح، معاذ بن جبل، عمرو بن العاص، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہم جیسے مشہور فاتحِ عالَم، دُنیا کے حُکمران، نامور جرنیل اور دانائے راز فلسفی تعلیم پا کر نکلے، جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹا کر رکھ دیے۔

دو نیم اُن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا   سمٹ کر پہاڑ اُن کی ہیبت سے رائی

جنہوں نے ایشیا سے یورپ تک، افریقہ سے پاک و ہند کی سرحد تک اس شان سے فرمانروائی کی کہ ہر زمانے نے اُن کی قابلیتوں کو تسلیم کیا... وہ عرب کے جلتے ہوئے صحراؤں سے اُٹھے اور رحمت کی گھٹا بن کر مشرق و مغرب پر چھا گئے... انہوں نے اپنی حکمت و دانش کے چراغ یورپ کی تاریکیوں میں جلائے... ان کی اذانیں روس اور چین میں گونجیں... اور ان کے نعرہ ہائے توحید و رسالت پاک و ہند نے سنے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان تربیت یافتہ شاگردوں نے پہاڑوں کی بلندیوں، صحراؤں کے دامنوں اور سمندروں کی گہرائیوں میں اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کیا۔

ے مدینے کے گدا دیکھے ہیں دُنیا کے امام اکثر — بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد ﷺ کے غلام اکثر

غلامی رسول ﷺ نے ان لوگوں کو سنوارا اور عشقِ حبیب ﷺ نے ان کو پروان چڑھایا تھا۔ بشر ہو کر بھی یہ لوگ اَوروں کو 'مافوق البشر' نظر آنے لگے۔

ہوں لاکھ سلام اس آقا پر، بت لاکھوں جس نے توڑ دیئے — دُنیا کو دیا پیغامِ سکوں، طوفانوں کے رُخ موڑ دیئے
اس رحمتِ عالم نے حسناں، کیا کیا نہ دیا انسانوں کو — دستور دیا، منشور دیا، کچھ راہیں دیں اور کچھ موڑ دیئے

اُمت جب تک اس دستور و منشور سے وابستہ رہی، اقوامِ عالم کی امامت کے مسند پر فائز رہی اور جب یہ وابستگی چھوڑ دی، عزت و رفعت نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اسلام دشمن ایک عرصہ سے مسلمانوں کو مرکز سے دور لے جانے کی سازشیں کر رہے تھے، چنانچہ وہ دور ہوتے گئے اور مقہور و مجبور ہوتے گئے۔ اقوامِ عالم کو غلامی سے نجات دلانے والے خود غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جانے لگے اور دوسروں کو اپنے پیچھے چلانے والے اب دوسروں کے پیچھے چلنے لگے بلکہ دوسروں کے پیچھے چلنے پر بھی انہیں معاف نہیں کیا جاتا۔

اس وقت اُمتِ مسلمہ نازک ترین دَور سے گذر رہی ہے... خود غرضی، حرص و ہوس اور مفاد پرستی نے مسلمانوں کو تقسیم کر کے رکھ دیا ہے... سینکڑوں نہیں، ہزاروں ایک دوسرے کے ہاتھوں لقمۂ اجل بنے اور لاکھوں کی تعداد میں وہ کلمہ گو ہیں جو غیروں کی تیغِ ستم کا نشانہ بنے، مگر دل پر بے حسی و غفلت کی ایسی چادر تنی ہے کہ کیا کہا جائے... وہ پاکستان جسے اسلام کی تجربہ گاہ بننا تھا، ایٹمی طاقت بننے کے باوجود مسلم ممالک کی رہنمائی سے قاصر ہے... عراق اور افغانستان میں امریکہ نے جو کھیل کھیلا، انسانیت کے ماتھے پر بدنما داغ ہے... چیچنیا، بوسنیا، انڈونیشیا، شام، مصر، میانمار، ایران، لبنان، یمن، صومالیہ، سوڈان اور افریقہ میں جو ہوا اور جو ہونے جا رہا ہے، وہ نہایت ہولناک ہے... کشمیر اور فلسطین میں خونِ مسلم کو جس قدر سستا کر دیا گیا ہے وہ از حد دل آزار ہے... غرض عالمِ اسلام آلام و مصائب سے دوچار ہے جبکہ اہلِ اسلام ہنوز غفلت کا شکار۔

کوئی اَور قوم اگر ایسی گھناؤنی صورتحال سے دوچار ہوتی تو شاید صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی۔ مسلمان بچے ہوئے ہیں تو فقط نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صدقہ۔ یعنی کچھ بھی ہیں، لیکن ہیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہی ناں، بس اسی احساس اور اسی 'مان' نے ان کی سلامتی و بقا کو دوام بخشا ہوا ہے۔

بہرحال! حالات انتہائی خراب ہیں، لیکن ماہِ ربیع الاوّل شریف بھی نزول فرما چکا ہے۔ یہ ماہِ مبارک دلوں کو تسلیاں دے رہا ہے اور ایک پیغام بھی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، مایوس ہونا مومن کی شان کے خلاف ہے۔

ے دونوں عالم میں تمہیں مقصود اگر آرام ہے — ان کا دامن تھام لو جن کا محمد ﷺ نام ہے

یعنی ماہِ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں پیغام دے رہا ہے کہ بے شک عالمِ اسلام کی نجات، اس کی کامیابی اور فلاح و بہبود اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی میں مضمر ہے۔ یعنی آج بھی اہلِ اسلام، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنا کر ہی کفر و الحاد پر فتح، قوموں کی قیادت اور اپنے اندرونی مسائل کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

تیرا نشاں پا ہوا اہلِ نظر کی سجدہ گاہ — تیرے فقیر بادشاہ، تیرے غلام تاجور

حضور ﷺ کے ذکرِ خیر کا مخصوص و منفرد انداز

......﴿ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ تقدیم ذکر: اس میں کیا شک ہے کہ حضور پرنور ﷺ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم السلام ہیں اور سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے ہیں، مگر اللہ جل مجدہ جب ایک ہی آیت میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے تو حضور پرنور ﷺ کا ذکر گرامی پہلے اور پھر دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے۔ دیکھئے

واذ اخذ نا من النبین میثا قھم و منک و من نوح و ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم ص واخذنامنھم میثاقا غلیظاo (الاحزاب۔۷)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

''پہلے اجمالاً جملہ انبیاء کا ذکر فرمایا، بعد میں چند اولوالعزم رسولوں کے نام کی تصریح کر دی۔ جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت تھے۔ ان میں سب سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر فرمایا تا کہ حضور کی عظمت وشوکت کا اظہار ہو جائے نیز اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر چہ حضور کی بعثت تمام انبیاء کے بعد ہوئی، لیکن تخلیق میں اولیت کا شرف حضور فخر الاولین والآخرین کو ہی حاصل ہے۔''

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جب آیت کا مطلب پوچھا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

کنت اولھم فی الخلق واخرھم فی البعث

یعنی پیدائش میں میں سب سے پہلے تھا اور بعثت میں سب نبیوں کے بعد (ضیاء القرآن ج ۴ ص ۱۶)

تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری اور تفسیر خزائن العرفان میں بھی حضور پرنور ﷺ کے ذکر خیر کی اولیت سے آپ کی افضلیت کا مضمون نکالا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر کا یہ جملہ یاد رکھنے کے قابل ہے

فبدا فی ھذہ الایۃ بالخاتم لشرفہ صلوات اللہ علیہ ثم رتبھم بحسب وجود ھم صلوات اللہ علیھم

ترجمہ: اس آیت میں سب سے پہلے خاتم النبین کا ذکر آیا اس لئے حضور ﷺ ہی سب سے اشرف واکرم ہیں پھر دوسرے انبیاء کا ذکر ان کے زمانے کے مطابق ترتیب وار کیا گیا (علیہم الصلوات)

۲۔ خطاب کا انداز: قرآن حکیم کی کثیر آیات گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس محبوب نبی علیہ السلام سے بھی خطاب فرمایا، نام لے کر فرمایا **یادم اسکن انت و زوجک الجنۃ**، اسی طرح **ینوح**، **یا برھیم**، **یعیسیٰ**، **یزکریا**، **یحیی** مگر اپنے حبیب اعظم واکرم ﷺ کو ہمیشہ

اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ سے خطاب فرمایا مثلاً **یا ایھا النبی** (اے نبی) **یا ایھا الرسول** (اے رسول) **یاایھا المزمل** (اے کپڑا اوڑھے لپٹنے والے)، **یاایھا المدثر** (اے جھرمٹ مارنے والے) **یٰسٓ** (اے سردار) **طٰہٰ** (اے پاکیزہ رہنما)

خدا نے اپنے پیارے کو پکارا جس طرح چاہا — وہ مزمل ، وہ مدثر ، وہ یٰس اور وہ طٰہٰ

(حفیظ جالندھری)

مولانا جامی نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے

یا آدم است باپدر انبیا خطاب — **یا ایھا النبی** خطاب محمد ﷺ است

''امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں 'بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں ایک خاص مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت تو کیا کسی طرح محل ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد وارا کین سے بڑھ کر پیارا ہے''

فقیر غفراللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ خصوصاً **یا ایھا المزمل** اور **یاایھا المدثر** تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم ﷺ بالا پوش اوڑھے جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اسی وضع وحالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے 'او بانکی ٹوپی والے'۔ (تجلی الیقین)

مزید غور فرمایئے گذشتہ قوموں کے منکرین اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارتے تھے تو ان کے اس انداز ندا وخطاب کو قرآن پاک نے اسی طرح بیان کیا مگر اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کے دشمن جو گستاخانہ انداز میں نام لے کر پکارتے تھے، اسے بیان بھی نہ فرمایا، ہاں اگر انھوں نے اچھے وصف سے پکارا اگر چہ ہنسی مذاق کے طور پر ہی سہی، اس کا ذکر فرمادیا مثلاً

قالوا یا ایھا الذی نزل علیه الذکر — ترجمہ: بولے اے وہ جس پر ذکر نازل ہوا

بلکہ پہلی امتوں کے مومن بھی اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارتے تھے اور یموسیٰ یعیسیٰ ہی کہتے تھے (جیسا کہ قرآن پاک میں کئی دفعہ ان کا ندا زندکور ہے) مگر اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب اعظم ﷺ کی امت کو اس طرز خطاب سے روک دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (النور۔۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

عام مفسرین کے قول کے مطابق پہلے یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ لیتے تھے، اس سے روک کر سمجھایا گیا کہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، کہا کرو، پھر بھی اگر بعض روایات میں 'یا محمد' وارد ہے تو اس سے مقصود نام پاک نہیں ہوتا بلکہ معنی وصفی مراد ہوتا ہے۔ یعنی یہاں 'یا محمد' کا معنیٰ ہے اے وہ ذات جس کی زیادہ سے زیادہ تعریف کی جائے اور تعریف کا حق پھر بھی ادا نہ ہو۔ چونکہ سب اس نکتے سے آگاہ نہیں ہوتے لہٰذا ادب واحترام کے تقاضے سکھانے کے لئے نہ خود یہ طرز اختیار کیا گیا نہ دوسروں کو اس پر چلنے کی اجازت دی گئی۔ بلکہ حضور پرنور ﷺ کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی پہلی امتوں سے ممتاز ٹھہرایا گیا۔ اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے یاایھا المسکین فرمایا کرتا، مثلاً توریت مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے (ابن ابی حاتم وخصائص کبریٰ) مگر اس امت کو **یاایھا الذین امنوا** فرمایا گیا ہے۔

۳: کافروں کی ہرزہ سرائی کا جواب: قرآن پاک گواہ ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے کفار بدتمیزی سے پیش آتے اور گستاخانہ کلام واعتراض کرتے تو وہ حضرات خود اس کا جواب دیتے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے کفار نے کہا

انا نرلک فی ضلل مبین o بیشک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں

اس کا جواب خود حضرت نوح علیہ السلام نے دیا

یقوم لیس بی ضلالۃ و لکنی رسول من رب العلمین o

ترجمہ: اے میری قوم مجھے گمراہی سے کچھ تعلق نہیں میں تو رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں

بالکل یہی صورت حال حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کرام کے بارے میں ہے۔

مگر اللہ کے محبوب و مطلوب اعظم و اکرم ﷺ کا معاملہ اور ہے اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ اب اگر گستاخ و بے ادب کفار بد تمیزی کرتے ہیں تو اس کا جواب حضور انور ﷺ خود نہیں، بلکہ ان کا خالق و مالک اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ جیسے غضب الٰہی پورے جوش پر ہے اور ان کی مختصر سی گستاخی کا جواب بھی کئی گنا تفصیل سے ہوتا ہے، اور پھر اس جواب کا آغاز اکثر "قسم" سے ہوتا ہے مثلاً

ا: قرآن فرماتا ہے

و قالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنو ن (الحجر۔۶)

کافر بولے اے وہ جس پر قرآن اترا، بیشک تو مجنون ہے

اس کا جواب اللہ نے دیا اور آغاز یوں فرمایا

نٓ والقلم وما یسطرون oما انت بنعمۃ ربک بمجنون o (القلم۔۱،۲)

ترجمہ: قلم اور ان کے لکھے کی قسم تو تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں

اس کے بعد حضور ﷺ کے اجر غیر محدود کا ذکر، پھر خلق عظیم کا بیان وغیرہ اور پھر خصوصی گستاخ کی اور اس کی بد کرداری اور بد اصلی کے حوالے سے مذمت ۔ گویا چند الفاظ کا جواب آیات میں دیا گیا۔

۲۔ وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی تو کافر بولے

ان محمدا ودعہ ربہ وقلاہ (یعنی بیشک محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا)

اس کے جواب میں پوری سورۃ الضحیٰ نازل فرمادی اور آغاز

والضحی oواللیل اذاسجیoما ودعک ربک و ما قلیO

یعنی قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے (یا قسم اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر کر آئے) نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا

پھر باقی سورت میں حضور پرنور ﷺ پر اللہ کے ان احسانات کا ذکر ہے جو ماضی میں ہوئے، حال میں ہو رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔

۳: کفار نے کہا لست مر سلاً (تو رسول نہیں)، حق تعالیٰ نے جواباً فرمایا

یٰسٓoوالقران الحکیم oانک لمن المرسلینo علی صراط مستقیمo (یٰس:۱تا۴)

ترجمہ: یٰس، حکمت والے قرآن کی قسم، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

۴: کفار نے حضور پرنور ﷺ کو شاعری کا عیب لگایا۔ جواب دیا گیا

وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ ط ان ھو الا ذکر و قران مبینo (یٰس:۶۹)

ترجمہ: اور نہ ہم نے انہیں شعر کہنا سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن

۵: حضور پرنور ﷺ کے صاحبزادے کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل شقی نے 'ابتر' کی پھبتی کسی، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمادی اور اپنے محبوب اکرم ﷺ کو کوثر کا مالک ٹھہرایا جہان بھر کی خوبیوں سے نوازنے کا اعلان فرمایا نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ ابتر تو وہ ہے جو اس جانِ خوبی ﷺ کا دشمن ہے۔ چنانچہ اس کے اپنے دونوں فرزند عمرو اور ہشام دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ گویا اس کے بیٹے بھی حضور پرنور ﷺ کی روحانی فرزندی میں آ گئے اور وہ گستاخ خود ابتر و بے نشان ہو گیا۔

۶: حضور پرنور ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کو وعظ ونصیحت کے لئے بلایا تو ابولہب شقی بولا' **تبالک سائر الیوم الھذا جمعتنا** (ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تیرے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اس لئے جمع کیا تھا، معاذ اللہ) اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ ابی لھب اتاری جس کا آغاز یوں ہوا

تبت یدا ابی لھب و تب (ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا)

ساری سورت غضب خداوندی کی ترجمان ہے

۷: حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر تہمت لگائی گئی تو ایک بچے سے ان کی صفائی پیش کرائی گئی، حضرت سیدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام آیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی عفت کے گواہ بن گئے، مگر حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا گیا تو خود رب العزۃ نے ان کی برأت کا اعلان فرمایا۔ جن منافقین نے یہ جرأت کی تھی، ان پر سخت ترین غضب کا اظہار کیا گیا اور جو سادہ لوگ سادگی کی بنا پر شکوک وشبہات کا شکار ہو گئے تھے۔ انھیں بھی تنبیہ فرمائی گئی۔

اسی طرح منافقین مدینہ کی ہرزہ سرائیوں کا جواب حضور پرنور ﷺ کے بجائے خود اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی امتیاز روا رکھا گیا کہ کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں جو خرافات بکی تھیں، وہ بھی من وعن نقل کر دی گئیں مگر جب اس محبوب کریم در یتیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باری آئی تو کفار کی خرافات کو اکثر نقل تک نہیں کیا گیا ہاں اس کا جواب دے دیا گیا۔ اگر آپ غور فرمائیں جس طوفانی دور میں یہ آیات نازل ہوئیں اور جس غضبناک انداز میں نازل ہوئیں، اللہ کے قادر مطلق اور حضور نبی اکرم ﷺ کے 'نبی برحق' ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ وہ بدبخت لوگ جن کی خرافات کے جواب میں ان کا نزول ہوا، اور پھر جس طرح انھیں برسرعام تلاوت کیا گیا، پھر اس کے باوجود حیوان صفت ظالموں کا محض دانت پیس کے رہ جانا اور کچھ نہ کر سکنا، یقیناً اللہ، نبی اور اسلام کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔ ایسے ظالم وخونخوار دشمنوں کو کھلے عام جو کچھ کہا گیا، اور وہ بدترین جذبہ انتقام کے باوجود بے بس رہے، بیشک بڑی بات ہے۔

۴۔ حضور ﷺ کی نسبت کا اعزاز: صرف یہی نہیں کہ صرف حضور پرنور ﷺ کی اپنی عظمتِ شان کو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے اجاگر کیا گیا اور اسے یکتا بنا کر یکتا انداز میں پیش کیا گیا بلکہ جس چیز کو حضور پرنور ﷺ سے نسبت حاصل ہو گئی، اسے بھی اس کی نوع سے برتر ثابت کیا گیا مثلاً حضور پرنور ﷺ کے دین کی بابت اعلان کر دیا گیا

ھوا لذی ارسل رسولہ با لھدی ودین الحق لیظھر ہٗ علی الدین کلہ ط (الفتح:۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے

(ب) حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابت فرمایا

ینساءَ النبی لستن کاحد من النساءِ (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیبو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو

(ج) حضور ﷺ کی امت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران:۱۱۰)

تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

(د) اسی نسبت کی عظمت کو مزید واضح کرنے کے لئے حضور پرنور ﷺ سے منسوب چیزوں کی قسم ذکر فرمائی گئی مثلاً آپ ﷺ کے زمانے کی قسم

والعصر o (العصر:۱) ترجمہ: اس زمانہ محبوب کی قسم

آپ ﷺ کے شہر کی قسم

لا اقسم بھذا البلد o وانت حل بھذا البلد o (البلد:۱،۲)

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہر کی قسم کی مراد حضور ﷺ کی خاک پاک کی قسم مراد لی ہے (جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ کی روایت سے ظاہر ہے) حضرت شیخ محقق نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے کہ گویا حضور ﷺ کی خاک پا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسروں سے زیادہ معظم ہے۔

آپ ﷺ کے کلام کی قسم

وقیلہ یرب ان ھؤلاء قوم لا یومنون o

ترجمہ: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے

آپ ﷺ کی عمر کی قسم

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون o (الحجر:۷۲)

ترجمہ: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

۵۔ انبیاء کرام علیھم السلام کی دعائیں: حضور پرنور ﷺ کی خصوصی عظمت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ قرآن مقدس میں بعض جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں تو مذکور ہیں مگر ان کا جواب مذکور نہیں (اگرچہ ان دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں) اس کے برعکس حضور پرنور ﷺ کی دعائیں تو مذکور نہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے لئے جس جس چیز کی دعا کی تھی، حضور پرنور ﷺ کو بغیر طلب و دعا کے عطا فرمانے کا ذکر فرمادیا گیا۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی

(الف) ولا تخزنی یوم یبعثون (شعرا:۸۷)

ترجمہ: اور رسوانہ کرنا مجھ کو جس دن جی کرا ٹھیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جواب مذکور نہیں۔ البتہ حضور پرنور ﷺ کو امت سمیت یہ انعام دیا گیا

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ' (تحریم:ع ۲)

ترجمہ: جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو اور ان کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا یوں مذکور ہے

واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم:۳۵)

ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے بچا

حضور پرنور ﷺ کے حق میں بن مانگے ارشاد ہوتا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً۔ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور تمہیں خوب ستھرا کرنا

قابل غور بات یہ بھی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا تو عبادت اصنام سے بچنے کے لئے کی تھی، یہاں ہر گناہ و نقص کو عام ہے۔ وہ دعا تو خاص اپنے بیٹوں کے حق میں تھی، یہاں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد وغیرہ سب کو شامل کیا گیا ہے۔

(ج) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی ایک اور دعا یوں بیان کی گئی

واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیمo (الشعراء:۸۵) ترجمہ: اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر

حضور پر نور ﷺ کو بن مانگے فرمایا گیا

انا اعطینک الکوثرo (الکوثر:۱) ترجمہ: ہم نے تجھے کوثر بخشا

بلکہ یہاں تک فرمادیا گیا:

ولسوف یعطیک ربک فترضیo (الضحیٰ:۵) ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(د) اللہ کے خلیل علیہ السلام کی ایک دعا یہ بھی ہے۔

واجعل لی لسان صدقٍ فی الاخرینo (الشعراء:۸۴) ترجمہ: اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں

حضور پر نور ﷺ کو بے مانگے اس سے بڑھ کر عطا ہوا یعنی

ورفعنا لک ذکرکo (انشراح:۴) ترجمہ: اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کیا

یاد رہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر تھا جو اللہ کے خلیل اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ اب آیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی طرف، انھوں نے التجا کی

(الف) رب اشرح لی صدریo (طٰہٰ:۲۵) ترجمہ: اے میرے پروردگار میرے لئے میرا سینہ کھول دے

حضور پر نور ﷺ سے فرمایا گیا:

الم نشرح لک صدرکo (انشراح:۱) ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا

۶۔ ہر عضو کا ذکر خیر: حضرت مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عضو کا ذکر کیا ہے جس سے حق جل وعلا کی کمال محبت وعنایت پائی جاتی ہے"

قلب مبارک: الف: ما کذب الفواد ما رایo (النجم۔۱۱)

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا

ب: نزل بہ الروح الامینoعلی قلبک لتکون من المنذرین (الشعراء:۱۹۳،۱۹۴)

ترجمہ: اسے روح الامین لے کر اترا تمہارے دل پر کہ ڈر سناؤ

زبان مبارک: الف۔وما ینطق عن الھویo ان ھو الا وحی یوحیo (النجم:۳،۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے

ب: فانما یسرنہ بلسانک لعلھم یتذکرون (الدخان:۵۸)

ترجمہ: تو ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا کہ وہ سمجھیں۔

چشم مبارک: ما زاغ البصر وما طغیٰ٥لقد رای من ایت ربه الکبریٰ٥ (النجم:۱۷۔۱۸)

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔بے شک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

رُخ مبارک: قد نریٰ تقلب وجھک فی السمآء ج فلنولینک قبلۃ ترضھا ص (البقرہ:۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

دست مبارک اور گردن مبارک:

ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک (بنی اسرائیل:۲۹) ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ

سینہ مبارک: الم نشرح لک صدرک٥ (الانشراح:۱)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا

پشت مبارک: ووضعنا عنک وزرک٥الذی انقض ظھرک٥ (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی

۷۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذکر: قرآن پاک میں نہایت ہی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر خیر کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ایمان،اطاعت،ایذا،برأت،اذان وغیرہ کے حکم واعلان میں یہی اہتمام بار بار ہے مثلاً

الف:	اطیعوا اللہ ورسولہ	(الانفال:ع۳)
ب:	امنوا باللہ ورسولہ	(نور۔ع۹)
ج:	استجیبوا اللہ وللرسول	(الانفال۔ع۳)
د:	و من یعص اللہ ورسولہ	(النساء۔ع۲)
ر:	یوذون اللہ ورسولہ	(الاحزاب۔ع۷)
س:	برآءۃ من اللہ ورسولہ	(التوبۃ۔ع۱)
ص	واذان من اللہ ورسولہ	(التوبہ۔ع۱)
ط:	یحاربون اللہ ورسولہ	(المائدہ۔ع۵)
ع:	لا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہٗ	(التوبۃ۔ع۴)
ف:	الانفال للہ وللرسول	(الانفال۔شروع)
ق:	یشاقق اللہ و رسولہ	(الانفال۔ع۲)
ک:	اتھم اللہ ورسولہ	(التوبۃ۔ع۱۰)
ل:	فردوہ الی اللہ والرسول	(النساء۔ع۸)
م:	فان للہ خمسہ وللرسول	(الانفال۔شروع)
ن:	اغنھم اللہ ورسولہ	(التوبۃ۔ع۱۰)
و:	الذین کذبوا اللہ ورسولہ	(التوبۃ۔ع۱۲)
ی:	انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ	(الاحزاب۔ع۵)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

......《محقق دوراں جناب حضرت علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی مدنی》......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہابی کے ساتھ مکالمہ: ایک وہابی عالم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم نبی کریم ﷺ کو نور کیوں نہیں مانتے ؟ کہنے لگا کہ ہم نور اس لئے نہیں مانتے اگر نور مانیں تو بشریت کا انکار ہو جاتا ہے کیونکہ نور کی ضد بشر ہے تم جو نور مانتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم بشریت کے منکر ہو میں نے کہا، ہم بشریت کے منکر نہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے جو مطلقا بشریت کا انکار کرے وہ کافر ہے لیکن ہم بے مثل بشریت کے قائل ہیں اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نور بھی مانتے ہیں اور بشر بھی، نور پہلے مانتے ہیں اور بشر بعد میں، بشریت کی ابتدا کب سے ہوئی، کہنے لگا حضرت آدم علیہ السلام سے، میں نے کہا نبی پاک ﷺ حضرت آدم سے بھی پہلے تھے جب تمام انسانوں کے باپ ہی نہیں تھے تو اس وقت حضور ﷺ کیا تھے؟ خاموش ہو گیا، میں نے کہا اس وقت حضور ﷺ نور تھے نبی تھے بلکہ ختم نبوت کے منصب پر فائز تھے۔ کہنے لگا اس پر کیا دلیل ہے؟ میں نے یہ حدیث سنائی

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿ إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهٖ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى قَوْمَهٗ وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِيْ رَأَتْ أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ ﴾ بیشک میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب میں خاتم النبیین (لکھا ہوا) تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے اور میں تم کو اس کی تاویل بتاتا ہوں، میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وہ بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو سنائی تھی اور میں اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ احمد حدیث (۱۶۷/۱۲) مشکوۃ حدیث ۵۷۵۹ کتاب الفضائل باب فضائل سید المرسلین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ آپ کب کے نبی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ) جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی کتاب المناقب حدیث 3542 مشکوۃ کتاب الفضائل 5758)

ان دونوں حدیثوں میں حضور کی اولیت کا بیان بھی ہے نور اور میلاد کا بیان بھی ہے۔

میں نے کہا کیا پتھر نور ہو سکتا ہے کہنے لگا نہیں میں نے کہا پتھر نور ہو سکتا ہے حدیث میں موجود ہے جب پتھر نور کی ضد نہیں ہو سکتا تو بشر نور کی ضد کیسے ہو گیا تمہیں کسی نے غلط سبق پڑھایا ہے۔ جب اس نے دلیل پوچھی تو میں نے یہ حدیث پڑھ دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمُقَامَ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُوْرَهُمَا لَأَضَاءَتَا

مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔

رکن اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں جن کا نور اللہ تعالیٰ نے چھپادیا ہے اگر ان کا نور نہ چھپایا جاتا تو یہ مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کردیتے۔ترمذی حدیث:804-۸۷۸ کتاب الحج باب ما جاء فی الصلاۃ فی الحجر ،مشکوۃ حدیث:۲۵۷۹ کتاب المناسک باب دخول مکہ والطواف)

جب ایک پتھر کی نورانیت کا یہ عالم ہے کہ وہ مشرق و مغرب کو روشن کرسکتا ہے تو پھر نور مصطفی ﷺ کا کیا کہنا کیونکہ پتھر ایک مخلوق ہے اور حضور ﷺ افضل المخلوق ہیں افسوس ہے اُن لوگوں پر جو پتھر کو نور مانتے ہیں لیکن نبی ﷺ کے نور کا انکار کرتے ہیں جو تمام انوار کا منبع اور سرچشمہ ہے اور جنہیں قرآن میں سراجاً منیرا کہا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی ؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا: جَمَالِي مَسْتُورٌ عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ غَيْرَةً مِنَ اللهِ عزوجل وَلَوْ ظَهَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ أَكْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِيْنَ رَأَوْا يُوْسُفَ

میرا جمال اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکار ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔(درثمین فی مبشرات النبی الامین)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهِ ﷺ لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامَ حُسْنِهِ لَمَا أَطَاقَتْ أَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهُ ﷺ ۔

حضور ﷺ کا پورا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ ﷺ کا پورا حسن و جمال ظاہر کیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔(زرقانی علی المواہب:۴/۱۷)

جب حُسن تھا اُن کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر دیکھنے والا ہے فدا ہر کوئی دیدار کا عالم کیا ہوگا
اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

جب میں نے یہ حدیث سنائی تو حیران رہ گیا لیکن پھر سوچ کر کہنے لگا پتھر اس لئے نور ہے کہ وہ جنت سے آیا ہے میں نے کہا جو جنت سے آئے وہ نور ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کہاں سے آئے تھے وہ بھی تو جنت سے آئے تھے انہیں نور مانتے ہوئے آپ کو درد کیوں ہوتا ہے۔ پھر یہ بتا کہ جنت کس کے نور سے بنائی گئی ہے؟ جنت نبی پاک ﷺ کے نور سے بنائی گئی ہے جنت کی اصل حضور ﷺ کا نور مبارک ہے۔ حجر اسود، فرشتے چاند سورج ستارے یہ سب نور کیوں ہیں؟ اس لئے کہ یہ سب نور مصطفیٰ سے بنائے گئے ہیں۔ کہنے لگا ہمیں کسی نے اس انداز میں سمجھایا نہیں تھا۔ بہرحال آپ اس پر بھی کوئی دلیل دیدیں تو میں مان جاؤنگا۔تو میں نے اس کو یہ حدیث سنائی۔

حدیث نور سے میلاد شریف کا ثبوت:

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: امام عبدالرزاق ان علماء میں سے ہیں جن کی حدیث معتبر ہے۔ (تہذیب التہذیب ج6 ص311)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام احمد بن صالح نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا: کیا آپ امام عبدالرزاق سے بڑھ کر حدیث جاننے والے کسی عالم کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ (تہذیب التہذیب ج6 ص311 میزان الاعتدال ج2 ص614)

امام عبدالرزاق جو صحاح ستہ بالخصوص امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری میں کم و بیش ۱۲۰ احادیث ان سے مروی ہیں وہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱ھ) معمر سے، وہ ابن منکدر سے، وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ﴿سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللهُ تعالی فَقَالَ﴾ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿هُوَ نُوْرُ نَبِیِّكَ یا جابرُ خَلَقَهُ اللهُ ثُمَّ خَلَقَ فِیْهِ كُلَّ خَیْرٍ وَخَلَقَ بَعْدَهُ كُلَّ شَیْءٍ وَحِیْنَ خَلَقَهُ اَقَامَهُ قُدَّامَهُ مِنْ مَقَامِ الْقُرْبِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرما کر اس میں ہر خیر پیدا فرمائی، اور ہر شے اس کے بعد پیدا فرمائی اور جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اسے بارہ ہزار سال تک مقام قرب میں اپنے سامنے رکھا۔

پھر اس کے چار حصے کئے، ایک حصے سے عرش و کرسی، دوسرے سے حاملین عرش، اور خازنین کرسی پیدا کئے۔ پھر چوتھے حصے کو مقام محبت پر بارہ ہزار سال قائم رکھا۔

پھر اسے چار میں تقسیم کیا ایک سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے جنت بنائی، پھر چوتھے کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال قائم رکھا۔

پھر اس کے چار اجزاء کئے ایک جزء سے فرشتے، دوسرے سے سورج، تیسرے سے چاند اور ستارے بنائے۔ پھر چوتھے جزء کو مقام رجاء پر بارہ ہزار سال قائم رکھا۔

پھر اس کے چار اجزاء کئے ایک سے عقل، دوسرے سے علم و حکمت تیسرے سے عصمت و توفیق بنائی پھر چوتھے کو بارہ ہزار سال مقام حیا پر رکھا۔

(مقام قرب میں بارہ ہزار سال، مقام حب میں بارہ ہزار سال، مقام خوف میں بارہ ہزار سال، مقام رجاء (امید) میں بارہ ہزار سال، مقام حیا میں بارہ ہزار سال کل ساٹھ ہزار سال ہوئے) ثُمَّ نَظَرَ اللهُ عزوجل اِلَیْهِ فَتَرَشَّحَ النُّوْرُ عَرَقًا فَقَطَرَ مِنْهُ مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفُ قَطْرَةٍ مِنْ نُوْرٍ فَخَلَقَ اللهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ رُوْحَ نَبِیٍّ اَوْ رُوْحَ رَسُوْلٍ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر کرم فرمائی تو اس نور کو پسینہ آیا، جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے جھڑے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے نبی یا رسول کی روح پیدا فرمائی۔ ﴿ثُمَّ تَنَفَّسَتْ اَرْوَاحُ الا نْبِیَاءِ فَخَلَقَ اللهُ مِنْ اَنْفَاسِهِمُ الا ولیاءَ وَالشُّهَدَاءَ وَ السُّعَدَاءَ وَالْمُطِیْعِیْنَ اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ پھر ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سانسوں سے تا قیامت اولیاء شہداء، سعادت مندوں اور فرمانبرداروں کو پیدا فرمایا۔ ﴿فَالْعَرْشُ والكرسیُّ مِنْ نُوْرِیْ وَالْكَرُوْبِیُّوْنَ مِنْ نُوْرِیْ وَالرُّوْحَانِیُّوْنَ مِنْ نُوْرِیْ، وَالْجَنَّةُ وَمَا فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ مِنْ نُوْرِی وَمَلَائِكَةُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ مِنْ نُوْرِی وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْكَوَاكِبُ مِنْ نُوْرِی، وَالْعَقْلُ وَالتَّوْفِیْقُ مِنْ نُوْرِی وَاَرْوَاحُ الرُّسُلِ وَالا نْبِیَاءِ مِنْ نُوْرِی وَالشُّهَدَاءُ وَ السُّعَدَاءُ وَالصَّالِحُوْنَ مِنْ نَتَاجِ نُوْرِی

پس عرش و کرسی میرے نور سے، کروبیان اور رُوحانیون میرے نور سے، فرشتے میرے نور سے، جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے،

ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، سورج چاند اور ستارے میرے نور سے عقل و توفیق میرے نور سے، شہداء، سعادت مند اور صالحین میرے نور کے فیض سے ہیں۔

﴿ ثُمَّ خَلَقَ اللهُ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ حِجَابٍ فَاَقَامَ اللهُ نُوْرِیْ وَهُوَ الْجُزْءُ الرَّابِعُ فِی کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ وَهِیَ مَقَامَاتُ الْعُبُوْدِیَّةِ وَالسَّکِیْنَةِ وَ الصَّبْرِ وَالصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ فَغَمَسَ اللهُ ذٰلِکَ النُّوْرَ فِی کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ ﴾

پھر اللہ تعالی نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے تو اللہ تعالی نے میرے نور کے چوتھے جزء کو ہر پردہ میں ہزار سال رکھا، اور یہ مقامات عبودیت، سکینہ، صبر اور صدق و یقین تھے تو اللہ تعالی نے اس نور کو ہزار سال تک اس پردہ میں غوطہ زن رکھا۔ ﴿ فَلَمَّا اَخْرَجَ اللهُ النُّوْرَ مِنَ الْحُجُبِ رَکَّبَهُ اللهُ فِی الارضِ فَکَانَ یُضِیْءُ مِنْهَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ کَالسِّرَاجِ فِی اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ ﴾ جب اسے ان پردوں سے نکالا اور اسے زمین پر متمکن کیا تو اس سے مشرق و مغرب یوں روشن ہوئے جیسے تاریک رات میں چراغ۔ (ساٹھ اور بارہ یعنی کل بہتر ہزار سال کے بعد ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی یعنی بشریت کی ابتداء نور مصطفی ﷺ کے بہتر ہزار سال بعد ہو رہی ہے بشر بشر کی رٹ لگانے والوں سے پوچھو، بشریت کی ابتداء سے بارہ ہزار سال پہلے حضور ﷺ کیا تھے؟ نور)

﴿ ثُمَّ خَلَقَ اللهُ آدَمَ مِنَ الارْضِ فَرَکَبَ فِیْهِ النُّوْرَ فِی جَبِیْنِهِ ثُمَّ انْتَقَلَ مِنْهُ اِلَی شِیْثٍ وَکَانَ یَنْتَقِلُ مِنْ طَاهِرٍ اِلَی طَیِّبٍ وَمِنْ طَیِّبٍ اِلَی طَاهِرٍ اِلَی اَنْ اَوْ صَلَهُ اللهُ صُلْبَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْهُ اِلَی رِحْمِ اُمِّیْ آمِنَةَ بِنْتِ وَ هْبٍ ثُمَّ اَخْرَجَنِی اِلَی الدُّنْیَا فَجَعَلَنِی سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ ﴾

پھر اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا تو ان کی پیشانی میں نور رکھا، پھر اسے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل کیا پھر وہ طاہر سے طیب اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور حضرت آمنہ بنت وہب کے شکم میں آیا، پھر اللہ تعالی نے مجھے دنیا میں پیدا فرما کر رسولوں کا سردار، آخری نبی، رحمۃ للعالمین اور روشن اعضاء والوں کا قائد بنایا۔ اے جابر! یوں تیرے نبی کی تخلیق کی ابتداء ہوئی۔ (الجزء المفقود من مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۸)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں۔ اس حدیث پاک سے نور مصطفی ﷺ کی اولیت بھی ثابت ہوگئی اور میلاد مصطفی بھی ثابت ہوگیا اگر حضور ﷺ بشر نہ ہوتے تو آپ کا میلاد نہ ہوتا اور نور نہ ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے نہ ہوتے کیونکہ بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہو رہی ہے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تو کوئی بشر نہیں تھا حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بارہ ہزار سال پہلے نور تھے۔ اگر کوئی اس حدیث کو ضعیف ثابت کر دے تو اسے ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

اس حدیث سے نبی پاک ﷺ کا میلاد بھی ثابت ہوگیا اور نور مصطفی ﷺ بھی کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی جسے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ پیدائش کا ذکر کرنے کا نام ہی میلاد ہے اور پھر حدیث کے آخری حصے میں بالخصوص میلاد کا ذکر فرمایا جس سے ثابت ہوگیا میلاد بیان کرنے کی فرمائش کرنا سنت صحابہ اور میلاد بیان کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اور ہم سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت صحابہ کو زندہ کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ اصلی اہل سنت ہم ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ اور ہم میلاد منا کر رب کی توحید کا اعلان کر رہے ہیں کہ میلاد منانا شرک نہیں بلکہ رد شرک ہے کیونکہ خدا پیدا ہونے سے پاک ہے اس کی شان ﴿ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ﴾ ہے اور ہمارے آقا پیدا ہوئے ہیں۔ خدا نے آپ ﷺ کو

بڑی عظمتیں فضیلتیں عطا فرمائی ہیں لیکن آپ نہ خدا ہیں نہ خدا کے شریک ہیں بلکہ اللہ کے حبیب ہیں ﷺ

سرور کہوں کہ مالک و مولی کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
آخر رضا ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا مولی کہوں تجھے

اس حدیث سے نورانیت مصطفیٰ روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جتنی نورانی چیزیں ہیں چاند سورج ستارے فرشتے جنت وغیرہ سب نور مصطفیٰ کے فیض سے ہیں اگر ان کو نور مانتے ہو تو جن سے یہ نور بنے ہیں ان کی نورانیت کا کیوں انکار کرتے ہو ہمارا عقیدہ تو ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من و جہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے حسن وجمال والے اور اے تمام انسانوں کے سردار آپ کے چمکتے دمکتے چہرے سے چاند بھی نور حاصل کرتا ہے۔

آپ کی تعریف کا حق ادا کرنا ناممکن ہے مختصر بات یہ ہے کہ خدا کے بعد بزرگ ترین ہستی آپ ہیں یعنی آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

وہابیوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب:۔ سعودیہ کا شائع کردہ وہابی ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں صلاح الدین یوسف لکھتا ہے۔ خانہ ساز عقیدہ کے اثبات کے لئے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے نبی کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ یہ حدیث کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا: وہابی محدث البانی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت جابر والی حدیث نور باطل ہے۔ (ص292)

جواب: وہابی علم حدیث سے بالکل جاہل ہیں انہیں علم حدیث کی ہوا بھی نہیں لگی یا جان بوجھ کر جاہل بنتے ہیں اور بغض رسول کی وجہ سے حدیث کا انکار کرتے ہیں حضرت جابر والی حدیث نور امام بخاری کے استاذ امام عبدالرزاق کے مجموعہ احادیث ,,مصنف عبدالرزاق،، میں موجود ہے۔ لیکن دل کے اندھوں کو نظر نہیں آتی کیونکہ یہ منکر حدیث ہیں

وہ حبیب پیارا تو عمر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

اور حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ایک راوی بھی ضعیف نہیں اگر کوئی راوی ضعیف بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کہ یہ فضائل ہیں احکام نہیں ہیں۔ وہابی مولوی عبدالغفور اثری نے لکھا ہے ,,علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابوزکریا یحی بن شرف نووی نے الاذکار میں لکھا ہے کہ علماء

محدثین کرام وفقہاء عظام نے فرمایا: جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔ (احسن الکلام ص ۴۴) وہابیوں کے نزدیک ضعیف حدیث بھی فضائل میں معتبر ہے اب جو صحیح حدیث کا انکار کرے وہ اہل حدیث ہے یا منکر حدیث فیصلہ آپ پہ چھوڑتا ہوں۔

قلم سے کیا مراد ہے: مفتی احمد یار خاں صاحب اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ یہ اولیت اضافی ہے یعنی عرش، پانی، ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ قلم ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا ہوا، وہاں اولیت حقیقی مراد ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حقیقتِ محمدیہ ہی قلم ہے اس صورت میں یہاں اولیت حقیقی ہے۔ (مراۃ1-107)

علامہ اقبال کا عقیدہ: علامہ اقبال نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ کا وجودِ پاک صرف کتاب ہی نہیں بلکہ لوح وقلم بھی آپ ہی کا وجود پاک ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

گھر کی گواہی: امام الوہابیہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی پھر عرش کو پیدا کیا پھر پانی کو پھر ہوا کو پھر دوات کو پھر قلم اور لوح کو پیدا کیا پھر عقل کو، آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی پیدائش کا مادہ اولی نور محمدی ہے۔ پھر حاشیہ میں لکھا: ﴿اولُ ما خَلَقَ اللهُ القلمَ او العقل﴾ اس سے مراد اولیت اضافی ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۵۶) اب لگاؤ فتوی اپنے امام پر کیا لگاتے ہو یہ سب فتوے ہم غریبوں کے لئے ہیں کم از کم اپنی کتابیں تو پڑھ لیا کرو پھر زبان کھولا کرو۔ تا کہ رسوائی نہ ہو۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر　　ذرا اپنا بیگانہ پہچان کر

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے　　گر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

کیا نور بشریت کی ضد ہے: وہابیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ جو نور ہو وہ بشر نہیں ہو سکتا اور جو بشر ہو وہ نور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم نور نہیں مانتے کیونکہ اس سے بشریت کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بریلوی نور مانتے ہیں لہذا وہ بشریت کے منکر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نور اور بشریت میں کوئی منافات نہیں اور نور بشریت کی ضد نہیں ہے۔ تمہارے پاس کیا دلیل ہے ,, کہ نور کا متضاد بشر ہے،، لاؤ ہم بھی دیکھیں قرآن کی ایک آیت پڑھ دو یا ایک حدیث پڑھ دو یا لغت سے دکھا دو ,, کہ نور کا متضاد بشر ہے،، ایک لاکھ روپیہ انعام کے حقدار بن جاؤ گے۔ انشاء اللہ روزِ قیامت تک ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے۔

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　کہ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

جب تمہارے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے تو کس بات پر جھگڑ رہے ہو۔ لوگوں کو بیوقوف کیوں بنا رہے ہو ایک دلیل دے دو بات ختم

اس سادگی پہ کون مر نہ جائے لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

آئیں تم کو بتاؤں کہ تقدیر اہم کیا ہے۔ نور کا متضاد بشر نہیں ہے بلکہ تاریکی ہے جو نور ہوتا ہے وہ تاریک نہیں ہوتا اور جو تاریک ہوتا ہے وہ نور

نہیں ہوتا حضور ﷺ کو نور ماننے سے بشریت کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضور ﷺ نور ہیں یعنی تاریک نہیں ہیں آپ ﷺ ایسے سراج منیر ہیں کہ سارے جہان کو چمکا رہے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے　　　میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے　　　اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

اور بشریت کا متضاد نور نہیں بلکہ ,,جن،، ہے کیونکہ بشر کا مطلب ہے ظاہر الجلد دکھائی دینی والی چیز، اور ,,جن،، کہتے ہیں چھپی ہوئی چیز کیونکہ جن ہماری نگاہوں پوشیدہ ہیں اسی لئے ڈھال کو ,,مجنہ،، کہتے ہیں کہ اس میں انسان چھپ جاتا ہے اور دشمن کے وار سے محفوظ ہو جاتا ہے جنت کو بھی اسی لئے جنت کہتے ہیں کہ وہ ہم سے غائب ہے۔

قرآن کی گواہی کہ نور کا متضاد تاریکی ہے بشریت نہیں ہے۔

آیت:۱　﴿اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔(البقرہ آیت:257 پارہ:۳)

آیت:۲﴿وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ اللہ انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔(سورۃ المائدۃ آیت 16 پارہ 6)

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالی لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ یعنی نور کا متضاد تاریکی ہے بشریت نہیں ہے۔

آیت:۳﴿ كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالو۔(سورہ ابراہیم آیت ا پارہ ۱۳) آیت:۴﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسَى بِاٰيَاتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ اور بیشک ہم نے موسی کو اپنی نشانیاں دیکر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیریوں سے نور میں لا۔ (سورہ ابراہیم آیت ۵ پارہ ۱۳)

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ اللہ کے پاک پیغمبر رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسی علیہ السلام لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ یعنی نور کے مقابلہ میں تاریکی ہے بشریت نہیں ہے۔

آیت:۵﴿ فمما اضاء ت ۔ ۔ ﴾(سورہ البقرہ آیت ۱۷ پارہ ۱) آیت:۶﴿ الحمد لله الذى ۔ ۔ ﴾(سورہ الانعام آیت:ا پارہ:۷)

آیت:۷﴿او من كان ميتا ...... ﴾(سورہ الانعام آیت:۱۲۲ پارہ:۸) آیت:۸﴿هو الذى يصلى عليكم...... ﴾(سورہ الاحزاب آیت:۴۳ پارہ:۲۲)

آیت:۹﴿هو الذى ينزل على عبده ...... ﴾(سورہ الحدید آیت:۹ پارہ:۲۷) آیت:۱۰﴿رسولا يتلوا عليكم ..... ﴾(سورہ الطلاق آیت:۱۱ پارہ:۲۸)

آیت:۱۱﴿اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمَاتُ وَ النُّوْرُ ...... ﴾(سورہ الرعد آیت:۱۶ پارہ:۱۳)

آیت:۱۲﴿وما يَسْتَوِى الاعمى والبصيرُ ☆ وَلَا الظُّلُمَاتُ ولا النُّوْرُ ۔ ۔ ﴾(سورہ فاطر آیت:21-20 پارہ:22)

بارہ ربیع الاول کی نسبت سے بارہ آیات کریمہ پیش کی ہیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ نور کی ضد بشریت نہیں ہے بلکہ تاریکی ہے۔ جب نور اور بشر میں کوئی تضاد ہی نہیں تو حضور کو نور ماننے سے کونسی چیز سے مانع ہے یا نور ماننا کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے ہمیں بتایا جائے۔ اللہ حق قبول کرنے اور عظمتِ مصطفی کو تسلیم کرنے کی توفیق عطائے فرمائے آمین۔　　　......... (جاری ہے)　　　. ☆☆☆.....

انعقاد میلاد کے مقاصد

رئیس التحریر جناب مولانا محمد منشاء تابش قصوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عذاب میں تخفیف: محافل میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کا مقصد جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات سے فرحت وسرور کا حاصل کرنا ہے، ایسی خوشی ومسرت سے تو ایک کافر نے بھی فائدہ اٹھایا، جیسے بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب سے ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے اپنی کنیز ثویبہ کی زبانی نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر فرحت اثر سنی تو اسے جذبات مسرت میں آ کر آزاد کر دیا تھا، چنانچہ حافظ شمس الدین محمد ناصر الدین الدمشقی اس روایت کو اپنے اشعار میں بڑی عمدگی سے موزوں فرماتے ہیں:

اذا کان کافراً جاء ذمہ
تبت یداہ فی الجحیم مخلداً
اتی انہ فی یوم الاثنین دائماً
یخفف عنہ للسرور باحمداً
فما الظن بالعبد الذی کان عمرا
باحمد مسروراً وفات موحداً

(جب ابولہب کافر ہے اور اس کی مذمت میں سورۃ "تبت یدا" نازل ہوئی اور وہ دائمی دوزخی ہے پھر یہ مستند روایت کہ ابولہب سے ہر پیر کے دن ہمیشہ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے میلاد شریف پر اظہار مسرت کیا تھا، تو ایسے شخص کے متعلق تیرا کیا گمان ہے، جو اپنی تمام زندگی میں نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے فرحت وسرور حاصل کرتا ہوا عقیدہ توحید پر جاں بحق ہوا)

پیر کے دن روزہ: نبی کریم ﷺ نے از خود اپنی ولادت باسعادت کے دن کی تعظیم وتکریم بجالاتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دن عظیم انعام واکرام کا حامل ہے، نیز حضور نبی کریم ﷺ کا وجود مسعود کائنات کے لئے بافضیلت ہے کیونکہ آپ ہی کے وسیلۂ جلیلہ سے ہر چیز عزت وحرمت سے بہرہ ور ہوئی، آپ کی ذات اقدس نے اس دن کی اہمیت کو روزہ رکھ کر بھی اجاگر فرمایا، جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ان رسول اللہ ﷺ سئل ان یوم الثنین، فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ﴾ (مسلم کتاب الصیام)

ترجمہ: بیشک رسول کریم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہوا، اور یہی دن ہے، جس میں مجھ پر قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ہوئی۔

اور صحیح بات یہی ہے کہ اس میں محفل میلاد کے منعقد کرنے سے متعلق دلائل پائے جاتے ہیں، تاہم انعقاد کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں، بہر حال موجود ہے، خواہ یہ روزہ رکھنے سے ہو یا کھانا کھلانے سے، ذکر مصطفیٰ (ﷺ) کی محفل ہو یا صلوٰۃ والسلام کا روح پرور اجتماع، یا آپ کی سیرت مقدسہ کا جلسہ۔

فضل ورحمت: آپ کی ذات اقدس سے خوشی ومسرت کا اظہار کرنا قرآن کریم کے حکم کے عین مطابق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل بفضل الله وبرحمة فبذ لك فليفرحوا﴾

ترجمہ: میرے حبیب! آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں رحمت پر فرحت و سرور کے اظہار کا حکم فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کی ذات والا برکات تو سب سے بڑی رحمت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما ارسلنك الا رحمة للعلمين﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

عاشورہ کا روزہ: بیشک نبی کریم ﷺ نے سابقہ زمانہ میں ظہور پذیر اہم دینی واقعات کے ساتھ رابطہ و تعلق ملحوظ خاطر رکھا، چنانچہ جب کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کا وقت لوٹتا ہے تو ہمیں بھی اس کے تازہ کرنے اور اس دن کی تکریم و تعظیم بجالانے اور اس کی آمد کی وجہ سے یاد منانے کا اہم موقعہ میسر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا، آپ نے سبب معلوم فرمایا تو کہا گیا اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ساتھ فرعون کو ہلاک کر کے اس کی ابتلاء سے نجات فرمائی، اس دن کی یاد میں خوشی و مسرت سے اظہار شکرانہ کے طور پر روزہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا ہم تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خوشی و مسرت کا اظہار کرنے میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر نبی کریم ﷺ عاشورہ کا روزہ رکھتے، نیز حکم فرماتے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ زمانہ نبوی میں اس ہیت کذائیہ کے ساتھ میلاد کی محافل نہیں ہوتی تھیں مگر اس کی انفرادی حیثیت و کیفیت موجودہ تھی، تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے گا۔

صلوٰۃ والسلام: محافل میلاد و صلوٰۃ و سلام پر ابھارتی ہیں، اور صلوٰۃ و سلام مطلوب و محبوب ہے۔

﴿ ان الله و ملئكة يصلون على النبى ط يا ايها الذين امنو صلوا عليه و سلموا تسليما ﴾ اور جو چیز مطلوب شرعی پر ابھارتی ہو وہ عین مطلوب و مقصود شریعت ہے۔ سید عالم ﷺ پر درود و سلام کے فوائد و فضائل بے شمار ہیں جو دینی و دنیوی امور میں معاون و مددگار ہیں، ان کی تفصیل و تشریح سے زبان و قلم قاصر ہیں۔

معرفت الٰہی: محفل میلاد النبی ﷺ واقعات ولادت، معجزات، سیرت اقدس اور آپ کے محامد و فضائل پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس بناء پر میں پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی معرفت اور آپ کی پیروی کا حکم نہیں دیا؟ کیا آپ کے اعمال و افعال سے سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوتا؟ آپ کے نشانات نبوت اور معجزات کی تصدیق نہ کریں؟ یہی بات یہی ہے کہ ایسی کتابیں جن میں میلاد شریف کو موضوع قلم بنایا گیا ہے ایسے مطالبات و مقاصد پر کما حقہ، پوری اترتی ہیں۔

حقوق کی ادائیگی: امت مصطفیٰ (ﷺ) کے حقوق جو ہم پر واجب ہیں ان کو آپ اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کے بیان کرنے سے بجالا سکتے ہیں اور اس واجب کی ادائیگی محافل میلاد سے پوری کی جا سکتی ہے۔ شعراء کرام آپ کے محامد و محاسن کو نعت و قصائد کی صورت میں ہدیۂ پیش کرتے ہیں، ان کے اس فعل کو نبی کریم ﷺ محبت و کرم سے ملاحظہ ہیں اور اپنے انعام و کرام سے بھی نوازتے رہتے ہیں، جب حضور سید عالم ﷺ نعت و تعریف کرنے والے سے اپنی خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہیں تو تم اس خوش نصیب شخص سے اظہار شادمانی کیوں نہ کرو گے جو آپ کے شمائل و خصائل جمع کر رہا ہے، بلاشبہ محافل میلاد نبی کریم ﷺ کی خوشنودی و قرب کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔

تکمیل ایمان: رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و خصائص، شمائل و فضائل سے افضل و اکمل و اجمل و احسن کسی بھی شخص کے نہیں، حضور سے محبت اور ایمان کی

تکمیل تقاضائے شریعت ہے، اور جو چیز محبت کی زیادتی اور ایمان کی تکمیل کی زیادتی اور ایمان کی تکمیل کی داعی ہو وہ بھی اسی طرح محبوب ومطلوب ہے اور یہ نعمت میلادالنبی کی محافل سے بدرجۂ اتم پائی جاسکتی ہے۔

فضیلت جمعۃ المبارک: رسول کریم ﷺ نے جمعۃ المبارک کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "جمعہ کے دن کو اس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام: جب حضرت آدم علیہ السلام کے یوم ...... کی نسبت سے جمعہ کو شرف وفضل حاصل ہے تو اس دین کو فضیلت و عظمت، بزرگی اور برتری کیوں نہ حاصل ہوئی جس میں سیدالانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، نیز یہ عظمت وبزرگی ولادت باسعادت کے صرف اسی پیر کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یوم جمعہ کی طرح عام ہوگی (یعنی ہر پیر کا دن بزرگی وعظمت کا حامل قرار پائے گا، جیسے ہر جمعہ اپنے اندر خیر وبرکت رکھتا ہے۔) تاکہ نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا جاسکے، اور فیضان نبوت سے بہرہ ور ہوں، نیز تاریخ انسانی میں جن واقعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے انہیں زندہ رکھا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے میلاد: بیت اللحم سے جب شب معراج نبی کریم ﷺ گزر رہے تھے تو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس جگہ دو رکعت نماز ادا فرمائیں، آپ نے نفل ادا کئے، حضرت جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا: حضور! یہ کون سی جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا: جبریل! آپ بتایئے۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ وہ باعظمت مکان جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب ایک نبی کی جائے میلاد کی تعظیم وتکریم کا یہ عالم ہے تو سید عالم ﷺ کے مقام ولادت، یوم میلاد کی عظمت وتوقیر کا اندازہ کون لگاسکتا ہے!

محبوب ومطلوب: نبی کریم ﷺ کے میلاد کی محفلوں کی علماء اسلام اور مسلمانوں نے تمام ممالک میں مستحسن قرار دیا ہے، دنیا کے کونے کونے میں میلاد کی مجلسیں قائم ہوتی آرہی ہیں جن کو بروایت حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شرعاً محبوب ومطلوب قرار دیا جاسکتا ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا گمان کریں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے وہ اچھا نہ سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے۔ پس ذکر مصطفیٰ ﷺ کو کوئی بھی مسلمان ناپسند ومکروہ تصور نہیں کرسکتا۔

محفل میلادالنبی ﷺ حمد وثنا، نعت وصدقہ اور تعظیم وتوقیر ﷺ سے عبارت ہے جو شرعاً مطلوب ومقصود ہے۔ ایسے افعال واعمال کے بجالانے میں بکثرت آثار واحادیث وارد ہیں۔

واقعات انبیاء: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ كلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك ﴾

ترجمہ: ہم تمام رسولوں کے واقعات اس لئے حکایت کرتے ہیں تاکہ آپ کا دل مطمئن ہو۔

اس ارشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انبیاء ومرسلین کے واقعات بیان فرمانے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ سید عالم ﷺ کے قلب اطہر کو مطمئن رکھا جائے، اور یہ حقیقت ہے کہ آج ہم اپنے دلوں کو مضبوط ومستحکم رکھنے کے لئے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں۔ پس ہمارے لئے یہ لازمی امر ہے کہ ہم سید عالم ﷺ کے احوال وآثار، حالات ومعجزات اور واقعات سے آگاہی حاصل کریں کیونکہ آپ کی نسبت بہت زیادہ حاجت مند ہیں۔

امر خیر: ہر وہ چیز جو صدر اول میں موجود نہ تھی اور جسے سلف صالحین نے انجام نہیں دیا ضروری نہیں کہ وہ بدعت ہی ہو اور اس کا انجام دینا حرام ٹھہرے اور اس کا انکار کرنا لازم ہو، بلکہ اس امر جدید کو شریعت مبارکہ کے دلائل پر پیش کرنا لازمی ہے کیونکہ جو امر خیر پر مشتمل ہو اس کا بجالانا واجب، اور حرام پر دلالت کرے اسے حرام وناجائز ٹھہرانا لازم ہے، اگر وہ مکروہ پر مشتمل ہو تو وہ مکروہ، مباح پر دال ہو تو مباح، اور اگر مندوب ہو تو ایسا فعل مستحب قرار پائے گا، نیز وسائل وذرائع کا حکم مقاصد کے حکم کے مساوی وبرابر ہوگا۔

اقسام بدعت: علماء کرام نے بدعت کو متعدد اقسام پر تقسیم کیا ہے:

۱:واجبہ ۲:مندوبہ ۳:مکروہ ۴:مباح ۵:حرام

۱...... **بدعت واجبہ:** باطل وگمراہ لوگوں کے نظریات کا رد کرنا اور علم نحو کی تحصیل۔

۲...... **بدعت مندوبہ:** پل بنانا، مدارس قائم کرنا، میناروں پر اذان دینا اور اعلان جو ابتدائے اسلام میں نہیں۔

۳...... **بدعت مکروہہ:** مساجد و مصاحف کی تزئین و آرائش وغیرہ۔

۴...... **بدعت مباح:** آٹا چھان کر استعمال میں لانا اور اشیائے صرف میں فراخی دکھانا۔

۵...... **بدعت حرام:** جو سنت کے مقابل میں ایجاد کی گئی اور اس پر کسی قسم کی شرعی بہتری نہ پائی جاتی ہو۔

ہر بدعت حرام نہیں: اگر ہر بدعت حرام ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی جمع و تدوین کو حرام قرار دیتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے وصال شریف تک قرآن پاک اس صورت میں نہیں تھا بلکہ قراء صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ہاں متعدد مصاحف میں تھا جسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یکجا فرمایا، نیز اگر بدعت حرام جیسی صورت ہوتی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز تراویح کے لئے صحابہ کرام کو ایک امام کی اقتداء میں جمع نہ کرتے اور یہ اعلان مسرت نہ فرماتے۔

﴿نعمة البدعة هذه﴾

...... یہ کتنی عمدہ بدعت ہے۔

اگر یہی بات ہوتی تو تمام نافع علوم وفنون میں تصانیف وتالیف ناجائز وحرام قرار پاتیں، اور پھر یہ بھی ہم پر واجب ہوتا کہ ہم جہاد میں کفار کے ساتھ مقابلہ میں تیر، تلوار اور ڈھال سے ہی کام لیتے جبکہ دشمن ہم پر گولیاں چلاتے، توپوں ٹینکوں، آبدوزوں اور جنگی جہازوں سے تباہی مچاتے۔ نیز میناروں پر اذان دینا، پل، مدرسے، ہسپتال، رفاہی ادارے، یتیم خانے، جیلیں بنانا سب کچھ ناجائز وحرام ہوتا۔ اس لئے علمائے کرام نے کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے) کو بدعت سیئہ کے ساتھ مقید فرمایا ہے، اس قید کی بنا پر ایسے وہ تمام واقعات جو اکابر صحابہ وتابعین عظام سے وقوع پذیر ہوئے جو رسول کریم ﷺ کے مبارک وقت میں ظہور نہیں ہوئے تھے ان کی تصریح وتشریح ہو جاتی ہے کہ شرعاً وہ ناجائز اور بھلائی پر دلالت کرنے والے ہیں، آج ہم نے ایسے مسائل ایجاد کر لئے ہیں جنھیں سلف صالحین نے قطعاً انجام نہیں دیا، مثلاً نماز تراویح کے بعد رات کے آخری حصہ میں ایک امام کی اقتداء میں نماز تہجد ادا کرنا، شبینہ کا اہتمام کرنا، یعنی ایک ہی شب میں قرآن کریم کا ختم کرنا، ختم قرآن پر دعا، ستائیسویں شب کو نماز تہجد کے بعد امام کا خطبہ دینا، نماز تراویح کے لئے منادی کا یوں اعلان کرنا کہ آیئے نماز تراویح ادا فرمایئے، اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جنھیں نہ تو نبی کریم ﷺ نے انجام دیا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے ادا کئے، تو کیا انعقاد محفل میلاد جو ہم کرتے ہیں یہی بدعت ہے؟ (مذکورہ امور میں بعض ہمارے ہاں نہیں ہوتے وہ صرف اسی زمانہ میں حرمین شریفین اور ممالک عربیہ میں شروع ہوئے ہیں (تابش قصوری)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایسی بات جو نئی ایجاد ہو اور وہ کتاب وسنت، اجماع یا کسی منقول کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہے، اور ہر وہ چیز جو بھلائی اور نیکی پر دلالت کرتی ہو اور مذکورہ بالا قوائد میں سے کسی ایک کے بھی مخالف نہ ہو وہ محمود وپسندیدہ ہے۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر بعد میں آنے والے لوگوں نے عمل کیا تو اس کے لئے اتنا اجر وثواب ہے جس قدر لوگوں نے اس پر عمل کیا اور عمل کرنے والے کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل منعقد کرنا اس طرح ہے جیسے آپ کے ذکر پاک کو زندہ کرنا ہے، اور یہ ہمارے نزدیک اسلام میں محبوب ومشروع ہے،

جیسا کہ آپ جانتے ہیں حج کے اکثر اعمال اہم واقعات ہیں جنھیں مسلمان واقعۂ تجدید کی صورت میں دہراتے چلے آرہے ہیں، محفل میلاد کے شروع ہونے سے متعلق جو مذکور ہوا وہ ایسی محفل کے شرعاً جائز ہونے سے متعلق ہے جس میں غلط اور مذموم افعال نہ ہوں جن کا انکار اور ناپسندیدگی واجب ہے اور اگر محفل میلاد میں کوئی غیر شرعی فعل و امر پایا جائے جس کا انکار واجب ہے تو اس کے ناجائز اور ممنوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں، مثلاً مردوں عورتوں کا اختلاط ناجائز، اور محرمات کا ارتکاب اور ایسی فضول خرچی جو نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو لیکن اس کا ناجائز ہونا عارضی ہوگا، ذاتی نہیں ہوگا جو اہل علم و دانش پر مخفی نہیں۔

میلاد اور ابن تیمیہ: علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا میلاد شریف منعقد کرنے پر ضرور ثواب ہوگا، ایسے ہی جیسے بعض لوگ عیسائیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت و باسعادت کے دن کی خوشی مناتے چلے آرہے ہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اظہار محبت کرنے اور آپ کی تعظیم و تکریم بجالانے پر ثواب عطا فرمائیگا مگر بدعت اپنانے پر نہیں۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ تم جان لو کہ بعض اعمال میں بدعت کا شبہ وغیرہ ہوتا ہے تو ایسا فعل سے کلیۃً اعراض کے باعث شر ہوتا ہے جیسے منافقین و فاسقین کی حالت، اس بیماری میں آخری زمانے کے اکثر امتی ہیں، اس لئے یہاں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پہلی یہ کہ تیری ظاہری و باطنی محبت اور شوق، سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت فرمانبرداری کرنے والے کا یہی خاصہ ہو، نیز معروف کی معرفت اور ناپسندیدہ و مکروہ امور سے انکار کرنا تیرا خاصہ ہونا چاہئے، دوسری یہ کہ آپ سنت مصطفیٰ ﷺ کی جانب حسب استطاعت لوگوں کو بلائیں اور جب یہ محسوس کریں کہ کوئی شخص شر کی طرف راغب ہے اور وہ اسے ترک کرنے پر تیار نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑی برائی اور گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے تو پھر اس امر کی دعوت دو کہ لوگ واجب یا مستحب کو ترک نہ کریں کیونکہ واجب یا مستحب کا ترک کرنا اس کا ناپسندیدہ وہ منکر ہونے سے زیادہ نقصان ہے، پس جب بدعت میں کسی قسم کی مصلحت پائی جائے اور وہاں خیر و مصلحت مشروع بھی ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس سے نہ روکا جائے، کیونکہ لوگ اس وقت تک کسی چیز کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک اس کے بدلے کوئی دوسری چیز حاصل نہیں کرپاتے، اور اگر کسی شخص کو کبھی اچھائی یا نیکی چھوڑنی بھی پڑے تو اسے چاہئے کہ اس کی مثل یا اس سے بہتر کی طرف راغب ہو، رسول کریم ﷺ کے میلاد کی تعظیم اور سالانہ محفل میلاد کا انعقاد اچھے ارادے اور نیکی نیتی سے کرنے والے کو ابن تیمیہ اجر عظیم کا مستحق ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، البتہ بعض لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے، جبکہ بعض کے نزدیک یہ مستحسن امر ہے، جیسا کہ حضرت امام حنبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی امیر کی حکایت بیان کی گئی کہ اس نے قرآن کریم کی آرائش و زیبائش پر اتنے دینار خرچ کئے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ مصحف شریف پر سونا خرچ کرتے افضل ہیں، باوجودیکہ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قرآن کریم پر نقش و نگار مکروہ ہیں۔

فقہاء کرام میں سے ایک فقیہ نے یوں وضاحت فرمائی مذکور الصدر رئیس نے ایک ہزار روپے قرآن کریم کے اوراق کی جز بندی اور حروف کو نمایاں کرانے پر صرف کئے تھے، چونکہ اس میں دونوں امر پائے جاتے ہیں اس لئے امام نے مصلحت کی بنا پر عمدہ و افضل فرمایا اور نقص کے باعث اس پر نقش و نگار کو ناپسند کیا (اس حکایت سے ابن تیمیہ کے نزدیک محفل میلاد کا مشروع ہونے کے باعث منعقد کرنا بہتر و افضل ہے اور بدعت کی وجہ سے ناپسند و ممنوع)

میلاد کا مفہوم: ہمارا عقیدہ ہے کہ محفل میلاد النبی ﷺ کسی خاص کیفیت سے مختص نہیں اور نہ ہی لوگوں پر اس کا اہتمام و التزام لازم ہے، ہر وہ چیز جو خیر و برکت کی داعی ہو اور لوگوں کو ہدایت او صراط مستقیم پر جمع کرتی ہو، ان کے دینی و دنیوی امور میں سودمند ثابت ہو تو ایسی محفل سے اغراض و مقاصد کی تکمیل حاصل ہو جاتی ہے۔ پس جب ہم کسی ایسے معاملہ پر جمع ہوں جو نبی کریم ﷺ کے محامد و محاسن پر دلالت کرتا ہو، جس میں آپ کے شمائل و خصائل، فضائل و خصائص، جہاد و غزوات اور معجزات کا بیان ہو، اگرچہ ان حالات و واقعات کا تعلق میلاد سے نہ بھی ہو، جو عرف عام میں میلاد کے ساتھ سمجھے جاتے ہیں، تب بھی ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا، یعنی اس محفل کے منعقد کرنے سے جملہ مفہوم و مطالب ثابت اور متحقق ہو جاتے ہیں اور ایسی صورت میں کسی ایک بھی اختلاف نہیں ہے۔

کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنا

(حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، میری ساری امت جنت میں جائے گی سوا منکر کے۔ پوچھا گیا" منکر کون ہے؟ فرمایا!" جس نے میری پیروی کی، جنت میں داخل ہوگا، جس نے نافرمانی کی، منکر ہوگیا"۔(بخاری)

۲۔(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی) سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اللہ کو تین آدمی سب سے زیادہ ناپسند ہیں۔ ۱۔حرم میں ملحد (یعنی بدعقیدگی یا گناہ اختیار کرنے والا) ۲۔اسلام میں زمانہ جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا، ۳۔مسلمان کے خون ناحق کا جویا تا کہ اسے خونریزی کرے(یعنی قتل کرنا تو ایک طرف، اس کی کوشش اور اس میں تعاون بھی سخت جرم ہے۔(بخاری)

۳۔(حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ بعض فرشتوں نے کہا، تمہارے ان صاحب کے بارے میں ایک کہاوت ہے، ان سے بیان کردو۔ بعض نے جواب دیا وہ سورہے ہیں، کچھ بولے، صرف آنکھیں سورہی ہیں، قلب مبارک تو بیدار ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگے، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے گھر بنایا پھر اس میں دسترخوان رکھ کر لوگوں کو بلانے کے لیے ایک شخص مقرر کردیا۔(اب) جو اس بلانے والے کی بات مان لے گا، گھر میں داخل ہوگا اور دسترخوان سے کھانا کھائے گا اور جو اس بات کو قبول نہ کرے گا، نہ گھر میں داخل ہوگا نہ دسترخوان سے کچھ کھا سکے گا، اس پر بعض بولے، اس کا مطلب بھی عرض کردو تا کہ خوب سمجھ لیں۔ بعض نے (پھر) کہا وہ سوئے ہوئے ہیں، بعض نے (پھر) کہا وہ سوئے ہوئے ہیں، بعض نے جواب دیا(صرف) آنکھ سوئی ہے دل تو جاگتا ہے۔ سو کہنے لگے گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا) جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔(گویا) حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انسانوں میں وجہ امتیاز ہیں۔(بخاری)

۴۔(حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں میری اور جو کچھ اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے، جس نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں کھلا ڈر سنانے والا ہوں لہذا بچو(ہر قیمت پر) بچو۔ چنانچہ اس کی قوم کے ایک ٹولے نے اس کی بات مان لی اور منہ اندھیرے اٹھ کر بروقت نکل گیا اور نجات پاگیا۔ دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا، اپنی جگہ رہا اور صبح ہوتے ہی لشکر اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے ہلاک کرکے تہس نہس کردیا۔

یہ مثال اس کی جس نے میری اطاعت اور میرے لائے ہوئے دین کی پیروی کی نیز اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلایا۔(بخاری ومسلم)

۵۔(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی) حضور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، میری مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے آگ جلائی سو جب آگ اردگرد کو روشن کرچکی تو پتنگے اور دوسرے آگ میں گرنے والے جانور اس آگ میں گرنے لگے۔ وہ شخص انہیں روکنے لگا مگر جانور بے قابو ہو کر اس میں گرے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرے جارہے ہو۔(بخاری ومسلم)

۶۔(ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راویہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس (دین میں

سے نہیں مردود ہے (بخاری و مسلم)
نوٹ:۔ معلوم ہوا جو نیا طریقہ دین میں سے ہے یعنی طریقہ اگر چہ نیا ہے مگر اس کی بنیاد کتاب وسنت کی ہدایات پر ہو، مردود نہیں (بلکہ مقبول ہے)۔
۷۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا امابعد! یقیناً بہترین حدیث کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا طریقہ ہے اور بدترین چیزیں دین میں نئی ایجاد ہونے والی باتیں ہیں اور بدعت گمراہی ہے (مسلم)۔
نوٹ۔ نئی ایجاد ہونے والی باتوں سے مراد ایسے عقیدے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد پیدا ہوئے جیسے قدریہ و جبریہ کے عقائد یا ایسے اعمال جو کتاب وسنت سے ٹکراتے ہوں۔ بدعت کو گمراہی کہنا بھی برے عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ (کیونکہ کفر، ایمان اور گمراہی عقیدے ہی کی مختلف شکلیں ہیں)۔
۸۔ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بیشک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کی جو نا حال حرام نہیں ہوئی تھی (اب) اس کو پوچھنے کی وجہ سے حرام کی گئی (بخاری مسلم)
نوٹ:۔ معلوم ہوا جب تک کسی چیز کی حرمت کا اعلان نہ کیا گیا، حلال ہے اور اب بھی کتاب وسنت میں جن چیزوں کو حرام نہیں فرمایا گیا، وہ حلال ہیں۔ حرام ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، حلال ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ اس کے حرام ہونے کا ذکر نہیں کیا گیا۔
۹۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، آخری زمانے میں کذاب (بہت جھوٹے) اور دجال (بہت بڑے فریبی) ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں تم نے اور نہ باپ داداؤں نے سنا ہوگا، ان سے بچ کر رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم)
۱۰۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔ (مسلم)
۱۱۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اسلام غریبی (کسمپرسی) سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا تھا ویسے ہی پھر ہو جائے گا۔ سو غرباء کو خوشخبری ہو۔ (مسلم)
۱۲۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی) اہل کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں تورات پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: نہ اہل کتاب کو سچا کہو اور نہ جھوٹا، ہاں یوں کہو، ہم ایمان لائے اللہ پر اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا"۔ (بخاری)
۱۳۔ (حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ راوی) رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی، خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی مسہری پر کہے، صرف قرآن کو تھامو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام پاؤ، اسے حرام جانو۔ حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام جیسے اللہ کا حرام فرمایا ہوا۔ (ابن ماجہ)
نوٹ:۔ اس مضمون کی متعدد احادیث مختلف حوالوں سے مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔ ان سب میں عبداللہ چکڑالوی جو چکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوا اور فرقہ اہل قرآن یعنی منکرین حدیث کا امام تھا، کا حلیہ بیان کیا گیا ہے۔
۱۴۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی) رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں، تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی چیز کے تابع نہ ہو جائے (شرح السنہ)

......☆☆☆......

اخلاق عظیمہ

﴿مفتی دوراں جناب حافظ شفقات احمد نقشبندی مجددی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب اخلاق عظیمہ موضوع سخن ہوں تو سننے والے کا ذہن خود بخود اس ذات اقدس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو جلال و جمال کا حسین امتزاج ہے، پیکر اخلاق ہے، مجسمہ حلم و کرم ہے اور سراپا رحمت و شفقت ہے ﷺ، کیونکہ آپ اخلاق جمیلہ کے اس مقام رفیع پر فائز ہیں جہاں تک نہ کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ایک بات عرض کروں کہ اچھے اخلاق کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اچھے اخلاق جس چیز کے پیش نظر اپنائے جاتے ہیں وہ خیر ہی خیر ہے، لیکن اس خیر اور اچھائی کا تعین مختلف طریقوں پر کیا گیا:

۱..... یونان کے قدیم فلاسفہ، سقراط اور افلاطون کہتے ہیں کہ تمام فضیلتوں میں سرفہرست مسرت یا لذت ہے۔ انگلستان کے جدید فلاسفر پائے بنھم اور مل اسی نظریے کے مبلغ ہوئے ہیں، نظریہ، نظریہ لذتیت اور نظریہ افادیت کہلاتا ہے۔

البتہ اس مکتب فکر میں یہ اختلاف ہے مسرت سے کس کی مسرت مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ خود اپنی مسرت مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دوسروں کی مسرت مقصود ہوتی ہے۔ بنھم نے اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

۲..... بعض فلاسفہ کہتے ہیں کہ افعال و اخلاق کسی غایت کے حصول کیلئے نہیں اپنائے جاتے بلکہ یہ بجائے خود مقصد ہیں، ان کے ذریعے ہم مقصد حیات کو پورا کرتے ہیں، اور علم و معرفت حاصل کرنے کے لئے قوتیں ہمیں دی گئی ہیں انہیں بروئے کار لاتے ہیں۔ یہ تصور مسیحی اخلاقیات کی بنیاد ہے (پرائمر آف فلاسفی، ترجمہ میر ولی الدین: جلد۲ ص۱۰۱)

۳..... اسلامی نظر یہ ہے کہ تمام عقائد، اعمال اور اخلاق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین﴾

ترجمہ: اے حبیب! تم فرما دو کہ میری نماز، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔

آج کے دور میں اخلاق کے سلسلے میں انسان کے انفرادی اور اجتماعی کردار اور عوامی رابطے کو انتہائی اہمیت دی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت اقدس کے جس پہلو کا مطالعہ کیا جائے وہی پہلو بے مثال ثابت ہوگا اس مختصر مقالے میں اخلاق عظیمہ کے صرف چند پہلو پیش کئے گئے ہیں، تمام پہلوؤں کے کما حقہ، جائزہ لینے کی نہ طاقت ہے نہ گنجائش

خلق کی تعریف:

اخلاق جمع ہے خُلق کی، لغت میں خَلق (پہلے دو حرف مضموم) ظاہری صورت کو کہتے ہیں۔ (عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی جلد ۱ ص۳۰)

اصطلاح عقلاء میں خلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جسے وہ ملکہ حاصل ہو اس کیلئے اچھے کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں

﴿الخلق ملکة نفسانیة یسھل علی المتصف بھا الا تیان با لا فعال الجمیلہ﴾ (فخر الدین رازی، امام: تفسیر کبیر جلد ۸: ص۱۸۵)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نفس انسانی کو حاصل ہونے والی کیفیت دو قسمیں ہیں:

ا۔ ...دل ودماغ میں راسخ اور جاگزین ہوجائے اس کے لئے طویل محنت اور ریاضت کی ضرورت ہے اسے ملکہ کہتے ہیں، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک طالب علم پڑھنے کے بعد اپنا سبق بار بار اپنے ساتھیوں کو سناتا ہے، ان سے سنتا ہے اور پھر وقتاً فوقتاً دہراتا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کیفیت علمیہ اس قدر پختہ ہوجائے گی کہ جب وہ چاہے گا اسے بلا تکلف بیان کرسکے گا، اچھے کام کرنا اور چیز ہے اور ان کا آسانی سے سرزد ہونا دوسری چیز ہے، خلق ایسی ہی کیفیت راسخہ کا نام ہے، جس کی بنا پر اچھے کام سہولت کے ساتھ صادر ہوسکتے ہیں، اس گفتگو سے واضح ہوگیا کہ امام رازی نے اچھے خلق کی تعریف بیان کی ہے، ورنہ مطلق خلق کی تعریف یہ ہے:

وہ ملکہ نفسانیہ ہے، جس کی بنا پر اچھے یا برے کام بآسانی سرزد ہوسکتے ہیں۔

کیا اخلاق میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اخلاق پیدائشی اور طبعی، ان میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

اگر تمہیں اطلاع دی جائے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا تو مان لو اور اگر تمہیں بتایا جائے کہ کسی مرد نے اپنی عادت چھوڑ دی ہے تو نہ مانو۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اخلاق کو تبدیل فرمادے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ پختہ عادتوں کی تبدیلی بہت مشکل ہے۔ دراصل انسانوں کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ ....جن کی عادت راسخ ہوچکی اسے زائل کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، مسلسل محنت وریاضت سے ان کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ ....جن کی عادتوں کی جڑیں گہری نہ ہوں ایسے لوگ محنت سے کام لیں اور صالحین کی صحبت اختیار کریں تو اچھے اخلاق جو کمزور ہوں وہ قوی ہوسکتے ہیں اور برے اخلاق جو قوی ہوں وہ کمزور بلکہ ختم ہوسکتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام رشد وہدایت کا سبق دینے، تعلیم وتربیت اور تہذیب اخلاق کے لئے مبعوث ہوئے، اگر اخلاق میں تبدیلی ناممکن ہوتی تو ان کی بعثت کیوں ہوتی؟ (عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی جلد ا ص ۳۹)

حدیث شریف میں تعلیم امت کے لئے یہ دعا آئی ہے:

اے اللہ! مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت فرما کہ بہترین اخلاق کی ہدایت تیرا ہی کام ہے اور برے اخلاق کو مجھ سے دور فرما کہ ان کا دور کرنا تیرا ہی کام ہے۔ (ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری، امام: صحیح مسلم ج ا ص ۲۶۳)

اقسام اخلاق:

حکماء کہتے ہیں کہ نفس انسانی کی تین قوتیں ہیں:

ا: قوت ناطقہ (عقل): یہ وہ قوت ہے، جس کے ذریعے اشیاء کی حقیقتوں میں نظر کی جاتی ہے۔ یہی سوچ بچار اور اچھے برے کے درمیان فرق کرنے کا ذریعہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

صحیح عقل وہ روحانی نور ہے، جس کے ذریعے بدیہی اور نظری علوم حاصل ہوتے ہیں۔ (عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق مدارج النبوۃ فارسی جلد ا ص ۳۵) اس قوت کو قوت ملکیہ کہتے ہیں، یہ دماغ کو بطور آلہ استعمال کرتی ہے۔

۲......قوت غضبیہ: اس کے سبب انسان پرخطر مقامات کو جاتا ہے اور بلندی درجات اور فضائل وکمالات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسے قوت سبعیہ کہتے ہیں۔ یہ قوت دل کو بطور آلہ استعمال کرتی ہے۔

۳......قوت شہوانیہ: یہ انسانی خواہشات مثلاً کھانے پینے، ازدواجی امور اور دیگر ضروریات انسانیہ کی طلب کا منبع ہے۔ اس کا آلہ بدنی جگر ہے۔ اسے قوت بہیمیہ کہتے ہیں۔

یہ قوتیں باہم متخالف اور متباین ہیں، اگر ان میں سے ایک قوی ہوجائے تو دوسری قوتوں کو گزند پہنچائے گی اور اگر ان میں توازن اور اعتدال قائم ہو

تو یہی قوتیں حصول کمال کا ذریعہ بن جائیں گی، اگر قوت ناطقہ کی حرکت معتدل ہو اور علوم و معارف کی طرف شوق صحیح ہو تو یہ قوت فضیلت علم کے حصول کا سبب ہوگی اور اسے مقام حکمت حاصل ہوگا۔ جب قوت شہوانیہ کی حرکت معتدل اور قوت عاقلہ کے تابع ہوگی تو اسے فضیلت عفت حاصل ہوگی اور اس ضمن میں صفت سخاوت حاصل ہوگی۔ اسی طرح جب قوت غضبیہ عفت حاصل ہوگی اور اس ضمن میں صفت سخاوت حاصل ہوگی۔ اسی طرح جب قوت غضبیہ معتدل اور قوت عاقلہ کے تابع ہو تو اسے فضیلت حلم حاصل ہوگی اور اس ضمن میں صفت شجاعت حاصل ہوگی۔

یہ نفس انسانی کی وہ صفات فاضلہ ہیں جو تمام صفات کی بنیاد ان تینوں (حکمت، عفت اور شجاعت) کے اجتماع سے ایک اور فضیلت حاصل ہوتی ہے جسے عدالت کہتے ہیں، اسی لیے حکماء کا اتفاق ہے کہ انسانی فضائل کے بنیادی اصول چار صفات ہیں:

۱: حکمت ۲: عفت ۳: شجاعت ۴: عدالت

یہ چاروں انسانی اخلاق کی حد اعتدال ہیں، ہر ایک کی دو جانبیں ہیں جو رذائل میں شمار ہوتی ہیں۔

حکمت کی ایک طرف سفہ ہے اور دوسری طرف بلہ ہے۔ سفہ کا مطلب یہ ہے کہ قوت فکریہ کو نامناسب امور میں ناروا طریقے پر استعمال کیا جائے اسے علم اخلاق کی اصطلاح میں جو بزہ کہتے ہیں، بلہ کا معنی قوت فکریہ سے محروم ہونا نہیں بلکہ جان بوجھ کر اس قوت کو معطل کر دینا ہے۔

عفت کی ایک جانب شرہ ہے یعنی لذتوں کے حصول میں محو ہو جانا اور دوسری جانب خمود ہے یعنی خواہشات سے بالکل دستبردار ہو جانا اور بدن انسانی کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے کنارہ کش ہو جانا۔

شجاعت کی ایک جانب جبن (بزدلی) ہے ایسی چیزوں سے ڈرنا جن سے ڈرنا نہ چاہئے اور دوسری جانب تہور (خودکشی) ہے ایسی جگہ پیش قدمی کرنا جہاں پیش قدمی نہ چاہئے۔

۱: ظلم ۲: مظلومیت

ظلم کا معنی اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے ناروا طریقے اختیار کرنا اور حد سے تجاوز کرنا ہے، مظلومیت یہ ہے کہ ایسی جگہ جھک جانا جہاں نہ جھکنا چاہئے اور اپنے جائز حقوق کے حصول کی طاقت نہ رکھنا۔ (محمد فرید وجدی: دائرۃ المعارف القرآن العشرین مطبوعہ بیروت ج ۳ ص ۷۷۸-۷۷۴)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ قوت عاقلہ، غضبیہ اور شہوانیہ میں سے ہر ایک کی تین حالتیں ہیں:

۱: افراط، تفریط اور متوسط

اور حدیث شریف

﴿خیر الامور اوسطہا﴾ (درمیانی چیزیں بہترین ہوتی ہیں)

کے مطابق حکمت، عفت اور شجاعت جو کہ درمیانے درجے ہیں بہترین انسانی صفات ہیں۔

خلق عظیم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ن والقلم وما یسطرون o ما انت بنعمۃ ربک بمجنون o وان لک لا جرا غیر ممنون o انک لعلی خلق عظیم o﴾ (القلم پ ۲۹)

ترجمہ: قلم اور ان کے لکھے کی قسم! اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ غار حرا میں نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا، پہاڑی سے اتر کر حضرت جبریل امین نے وضو کیا اور دو رکعتیں پڑھیں، حضور ﷺ نے بھی وضو کیا اور ان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی، جب آپ گھر تشریف لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرہ انور کا بدلا

ہوا رنگ دیکھ کر پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے تمام صورت حال بیان کی وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ بن نوفل نے پوچھا: کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو یہ کہا کہ آپ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں ورقہ نے کہا: بخدا!! اگر میں آپ کی دعوت و تبلیغ تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور امداد کروں گا۔ یہ واقعہ مشرکین تک پہنچا تو انہوں نے کہا:

﴿ انہ لمجنون ﴾ یہ تو مجنون ہیں

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں (فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر "طبع جدید" جلد ۳۰ ص ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی عظمت شان کے اظہار اور بارگاہ رسالت کے گستاخوں کی مذمت سے پہلے قلم اور فرشتوں کے لکھنے کی قسم یاد فرمائی، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو کس قدر اہمیت دی ہے!

اس آیت میں نفی جنون کی ایک اجمالی اور قطعی دلیل بیان فرمائی ہے:

﴿ ما انت بنعمة ربک بمجنون ﴾

جس سے ہزاروں تفصیلی دلائل مستنبط ہو سکتے ہیں وہ اجمالی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں ظاہری اور باطنی انعامات مثلاً فصاحت و بلاغت، کمال عقل، جودت ذہن، نبوت و ولایت، صداقت و امانت، ہدایت عامہ اور ان گنت اخلاق عظیمہ میں غور و فکر ان میں سے ہر وصف بارگاہ رسالت کے گستاخ کافروں کے خلاف گواہی دے گا۔ (عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ مولانا، تفسیر عزیزی "مطبوعہ افغانی دار الکتاب دہلی پ ۲۹ ص ۳۳)

دوسری دلیل ارشاد فرمائی:

﴿ وان لک لاجراً غیر ممنون ﴾

اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے۔

حضور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا سلسلۂ عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین چیزوں کے:

۱: صدقہ جاریہ

۲: وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے

۳: نیک اولاد جو میت کے لئے دعا کرے۔

(ابو داؤد، امام: سنن ابی داؤد (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) "باب ماجاء فی الصدقۃ عن المیت، جلد ۲ ص ۴۲)

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اے حبیب ﷺ! تمہارے ہاتھ سے ایک جہان ہدایت پائے گا اور وہ ہدایت قیامت تک جاری رہے گی، خوش بخت اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سرخروئی حاصل کرتے رہیں گے، اس طرح تمہیں ثواب ملتا رہے گا اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا، مجنون کو اپنی سکنات کی خبر نہیں ہوتی، اس کا عمل نیت سے خالی ہونے کے سبب ذریعہ اجر و ثواب نہیں ہوتا، وہ دوسروں کے لئے باعث ہدایت کیسے بنے گا اور وہ بے انتہا ثواب کا مستحق کیسے ہوگا؟

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ تین میں صالحین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فلہم اجر غیر ممنون ﴾ ان کے لئے نہ منقطع ہونے والا ثواب ہے۔

جب امت کیلئے بھی یہ بشارت ہے تو اس میں نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت کیا رہی؟

اس کا جواب یہ ہے مومنوں کو ثواب میں جنت عطا کی جائے گی اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کو اس وقت تک ثواب پہنچتا رہے گا

اور آپ کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہے گا جب تک آپ کا ایک امتی بھی اس دنیا میں رہے گا اور نیک کام کرتا رہے گا مطلب یہ ہوا کہ امتیوں کو جو ثواب میں دن بہ دن اضافہ ہوتا رہے گا،

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ چونکہ سابقہ ادیان منسوخ ہو چکے ہیں اور صرف دین مصطفےٰ ﷺ ہی قیامت تک جاری و ساری رہے گا اس لئے نبی اکرم ﷺ ہی کے اجر و ثواب کا سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا اور کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ (عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ، تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۸۔۴۷)

جنون کا الزام رد کرنے کے لئے تیسری دلیل یہ بیان فرمائی:

﴿ وانک لعلیٰ خلق عظیم ﴾

اور بے شک تم عظیم خلق پر فائز ہو۔

یعنی مجنون کے حالات اور اوہام و خیالات ہر لمحہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اس کی کوئی حالت پائدار اور راسخ نہیں ہوتی اور اے حبیب! تمہیں تو اخلاق عالیہ اور اوصاف جمیلہ میں وہ ثابت قدمی حاصل ہے کہ کوئی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا تمہاری طرف جنون کی نسبت وہی کرے گا جس کا اپنا ذہنی توازن درست نہیں اور مثیاس الجنون کی آخری ڈگری پر پہنچا ہوا ہے۔

عظیم وہ ہے جو انسانی ادراک کے احاطہ سے باہر ہو اگر وہ چیز محسوس ہے تو اس کے عظیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسانی آنکھ اس کو مکمل طور پر نہیں دیکھ سکتی، مثلاً عظیم پہاڑ کا مطلب یہ ہوگا کہ انسانی آنکھ یکبارگی اسے دیکھنے سے قاصر ہے اور اگر وہ چیز معقول ہے تو اس کے عظیم ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ وکان فضل اللہ علیک عظیما ﴾ تم پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے

نیز فرمایا:

﴿ وانک لعلیٰ خلق عظیم ﴾ بے شک تم عظیم خلق پر فائز ہو۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب اکرم ﷺ پر فضل و کرم اس درجہ ہے اور آپ کے اخلاق عظیمہ اس پائے کے ہیں کہ کوئی بھی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ (عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوت فارسی: جلد اص ۳۳)

وہ رب کریم جو تمام دنیا کے مال و متاع کے بارے فرماتا ہے:

﴿ قل متاع الدنیا قلیل ﴾ تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا ہے۔

جب وہی فرمائے کہ تم پر میرا عظیم فضل خلق کے مالک ہو تو اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

حقیقت آں ست کہ ہیچ فہم و ہیچ قیاس حقیقت مقام آنحضرت وکنہ حال وے ﷺ چنانچہ ہست نرسد و ہیچ کس او را چنانکہ ہست جز خدا نشناسد، چنانکہ خدا را چوں وے ہیچ کس نشناخت و ہر کہ در درک حقیقت آں تکلم کرد گویا دعوائے علم متشابہات کرد ﴿ وما یعلم تاویلہ الا اللہ ﴾

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق مدارج النبوۃ فارسی جلد اص ۳۔۳۲)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی فہم و قیاس نبی اکرم ﷺ کے نفس الامری حال اور مقام کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اسے کما حقہ، نہیں پہچانتا، جیسے کہ آپ کی طرح کسی نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا جو شخص اسی کی حقیقت کے دریافت کرنے کی بات کرتا وہ متشابہات کے جاننے کا دعویدار ہے حالانکہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

جب نبی اکرم ﷺ کے حال اور مقام کی حقیقت تک کسی انسان کی رسائی نہیں ہے تو حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تہ تک کون پہنچ سکتا ہے!

تمام صحابہ کرام سے زیادہ مقرب افضل البشر بعد الانبیاء یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا جاتا ہے:

﴿یا ابا بکر و الذی بعثنی با لحق لم یعلمنی حقیقۃً غیر ربی﴾

(محمد المہدی ابن احمد الفاسی، الشیخ الامام: مطالع المسرات (مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد) ۱۲۹

اے ابوبکر! اس ذات اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا مجھے میرے رب کے سوا حقیقۃً کسی نے بھی نہ جانا۔

انبیاء اور خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کس منہ سے اس قسم کی نازیبا باتیں کہہ دیتے ہیں۔ لعلی خلق عظیم میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ کہ لفظ علیٰ استعلاء کے لیے آتا ہے مثلاً کہا جائے کہ زید علی السطح (زید چھت پر ہے) یعنی چھت اور زید اُپر ہے۔ إنک لعلیٰ خلوق عظیم۔ کا مفاد یہ ہوا کہ اے حبیب! آپ میں اخلاق جمیلہ پر تسلّط حاصل ہے اور تمہیں اخلاق حسنہ کی طرف وہ نسبت ہے جو آقا کی غلام کی طرف اور بادشاہ کی رعایا کی طرف ہوتی ہے اس جگہ لفظ خلق مفرد لایا گیا ہے اور اسے عظمت سے موصوف کیا گیا ہے، اس میں اشارہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا خُلق انبیاء سابقین کی خصوصیات کاملہ کا جامع ہے حضرت نوح کا شکر، حضرت ابراہیم کی خُلت، حضرت موسیٰ کا اخلاص، حضرت اسماعیل کے وعدے کی سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب کا صبر، حضرت داؤد کی بارگاہ خداوندی میں معذرت خواہی، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ کی تواضع غرضیکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق و شمائل اپنے تمام تر کمال کے ساتھ جس ہستی میں مجتمع ہیں وہ ہمارے اور تمام مخلوق کے آقا و مولا ﷺ ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے ان کی ہدایت کی پیروی کرو...... اس ہدایت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے کیونکہ معرفت باری تعالیٰ میں کسی کی تقلید کرنا نبی اکرم ﷺ کے شایان شان نہیں ہے، سابقہ شریعتیں بھی مراد نہیں ہیں کیونکہ آپ کی شریعت نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا، بلکہ زمانے میں مؤخر ہونے کے سبب انبیاء کرام کے ان اوصاف و محامد میں پیروی کا حکم دیا گیا ہے جو ان کے دیگر اوصاف میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔

(فخر الدین الرازی، امام تفسیر کبیر جلد ۳۰ ص ۸۱)

نتیجہ یہ نکلا کہ جو ارفع و اعلیٰ اوصاف دیگر انبیاء میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے۔ وہ سب کے سب مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ میں پائے گئے۔ یوں یہ آیت مبارکہ بھی نبی اکرم ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کے دلائل میں سے ایک روشن دلیل ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا:

لکل نبی فی الانام فضیلۃ　　　وجملتھا مجموعۃ لمحمد

مخلوق میں ہر نبی کی ایک امتیازی فضیلت ہے اور تمام فضیلتیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے جمع کر دی گئی ہیں۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بلکہ حقیقت تو یہ ہے:

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم　　　ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بروتمام

عالم امکاں میں ہر رتبہ بھی تھا وہ آپ پر ختم ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانہ قدرت میں جو بھی نعمت تھی وہ آپ پر مکمل ہو گئی۔

خلق عظیم کی تفسیر مختلف حضرات نے اپنے انداز میں بیان کی ہے، چند اقوال ملاحظہ ہوں:

۱..... خلق عظیم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم اپنے حبیب پاک ﷺ کی اس آیت میں فرمائی ہے:

﴿خذ العفو وامر با لعرف واعرض عن الجاھلین﴾ درگزر کی عادت اپناؤ، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں کو منہ نہ لگاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ حق کی حمایت اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے دوران ان امور پر عمل پیرا ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس کی وضاحت چاہی، انہوں نے فرمایا:

﴿او تیت مکارم الاخلاق ان تصل من قطعک و تعطی من حرمک و تعفو عن ظلمک﴾

آپ کو بہترین اخلاق عطا کئے گئے ہیں، جو آپ سے قطع تعلق کرے اسے اپنے ساتھ ملائیں، جو آپ کو نہ دے اسے عطا کریں اور جو آپ پر ظلم کرے اسے معاف کردیں۔

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو جائے گی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان مراتب کو آخر حد تک پہنچا دیا جس سے آگے بڑھنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

۲۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کا خلق عظیم یہ ہے کہ بظاہر مخلوق کے ساتھ مشغول ہونے کے باوجود آپ کا باطن ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔ یہ امر نہایت ہی دشوار ہے کیونکہ اگر ظاہر و باطن ایک طرف متوجہ ہو تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے، بیک وقت دونوں طرف ملتفت رہنا اور دو طرفہ حقوق کامل طور پر ادا کرنا حضور سید الانبیاء ﷺ ہی کا کام ہے۔

۳۔۔۔۔۔حدیث شریف ہے:

﴿انما بعث لا تمم مکارم الا خلاق﴾ مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

چنانچہ وہ عظمتیں اور شرافتیں جو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کی گئیں (جس کی چند مثالیں اس سے پہلے بیان ہو چکی ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ان سب کی تکمیل فرمائیں اسی لئے آپ کے خلق کو عظیم فرمایا گیا۔ (عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۹۔۴۸)

۴۔۔۔۔۔حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ آپ کے خلق کو اس لئے عظیم قرار دیا گیا ہے کہ آپ کے فیض جود سے دنیا و آخرت مستفیض ہے۔ (اسمٰعیل حقی، امام علامہ تفسیر روح البیان جلد ۱۰ ص ۱۰۷)

علامہ شرف الدین بوصیری فرماتے ہیں:

فان من جو دک الدنیا و ضر تھا ومن علومک علم اللوح وا لقلم

بے شک دنیا و آخرت آپ کے جود و کرم کا ایک حصہ ہے اور لوح و قلم آپ کے علم کا بعض ہے۔

۵۔۔۔۔۔حضرت حسین نوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا خلق عظیم کیوں نہ ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل اقدس پر اپنے اخلاق کریمہ کے انوار کی تجلی فرمائی ہے۔ (اسمٰعیل حقی، تفسیر روح البیان جلد ۱۰: ص ۱۰۷)

۶۔۔۔۔۔علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

آپ کا خلق عظیم ہے کیونکہ آپ عظیم ذات کے مظہر ہیں، اس لئے عظیم کا خلق بھی عظیم ہے۔ (اسمٰعیل حقی، امام علامہ تفسیر روح البیان جلد ۱۰: ص ۱۰۷)

۷۔۔۔ سب سے بہتر اور جامع تفسیر وہ ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی، حضرت سعد بن ہشام فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: اے ام المومنین! مجھے نبی اکرم ﷺ کے خلق کے بارے میں بتایئے۔ انہوں نے فرمایا! تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: پڑھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا:

﴿فان خلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن﴾

(مسلم بن الحجاج قشیری، امام: مسلم شریف 'مطبوعہ نور محمد کراچی' جلد ۱،ص ۲۰۷)

نبی اکرم ﷺ کا خلق قرآن پاک ہے۔

ایک روایت میں ہے کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قد افلح المومنون﴾ (المومنون پ:۱۸)

یعنی سورۂ مومنین کی ابتدائی دس آیتیں پڑھو، یہ آپ کا خلق ہے۔

ان آیات میں اخلاق قلبیہ کی بنیاد ایمان، اخلاق بدینہ کے ستون نماز اور اخلاق مالیہ کے اہم جز زکوٰۃ اور ایسے اہم دیراہم امور کا بیان کیا گیا ہے،

ایک روایت میں حضور ام المومنین کا جواب ان الفاظ میں وارد ہے:

﴿کان خلقه القرآن﴾ نبی اکرم ﷺ کا خلق قرآن ہے۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس بلیغ جواب کے اہل علم نے کئی مطلب بیان فرمائے ہیں۔

۱: اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن پاک میں پسندیدہ قرار دیا ہے وہ آپ سے طبعی طور پر صادر ہوتی تھی اور جس چیز کو ناپسندیدہ قرار دیا اس سے آپ طبعی طور پر نفرت رکھتے تھے۔ (ازعبدالعزیز محدث دہلوی)

یعنی نبی اکرم ﷺ کے حسین و جمیل اخلاق کا خاکہ کتابی صورت میں دیکھنا ہو تو قرآن پاک دیکھ لو اور اگر قرآن پاک کی چلتی پھرتی تفسیر دیکھنا چاہتے ہو تو نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور اخلاق کو دیکھ لو۔

بعض اکابر نے فرمایا جس نے آپ کا زمانہ نہیں پایا اور اسے زیارت کا ذوق ہے تو وہ قرآن کریم کی زیارت کرلے، کیونکہ قرآن پاک کی زیارت اور آپ کے دیدار میں فرق نہیں ہے، گویا قرآن پاک اس ذات اقدس کا عکس ہے، جس کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے ﷺ

تاویلات نجمیہ میں ہے:

آپ کا خلق قرآن ہے بلکہ آپ ہی قرآن ہیں جیسے کہ ایک عارف نے آپ کی زبان سے کہا ہے:

انا القرآن والسبع المثانی وروح الروح لا روح الاوانی

(اسمٰعیل حقی، امام علامہ، تفسیر روح البیان جلد: ۱۰ص ۱۰۷)

میں قرآن، سبع مثانی (سورۂ فاتحہ کا نام) اور روح کی روح نہ کہ روح جسم

۲: ام المومنین یہ کہنا چاہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اخلاق الٰہیہ سے متصف ہیں، لیکن عظمت باری تعالیٰ کے احترام کے پیش نظر یوں فرمایا:

﴿کان خلقه القرآن﴾

یہ انداز گفتگو حضرت ام المومنین کی انتہائی زیرکی اور کمال ادب کی دلیل ہے، اور یہ معنی عظمت اخلاق کے زیادہ مناسب ہے۔

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ مدارج النبوت فارسی جلد ا،ص ۳۴)

۳: بعض حضرات نے فرمایا: جس طرح قرآن پاک کے معانی غیر متناہی ہیں اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے اخلاق جمیلہ اور اوصاف فاضلہ کے آثار و انوار غیر متناہی ہیں، ہر لمحہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر علوم و معارف القا فرماتا ہے اور آپ کے اخلاق حسین سے حسین تر انداز میں جلوہ گر ہوتے ہیں، آپ کے اوصاف حمیدہ کی جزئیات کا احاطہ کرنا قدرت انسانی سے باہر ہے اور عادۃً محال ہے۔ (ایضاً ص ۳۴)

۴: یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف آیات متشابہات پر مشتمل ہے جن کی یقینی تاویل اس دنیا میں معلوم نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی حقیقت معلوم کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ (ایضاً)

ظهور قدسی

مسعود ملت جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن و جمال کا یہ داتا...... جس نے سارے عالم کو حسن و جمال کی بھیک بانٹی...... جس کے صدقے کائنات کے ذرے ذرے پر نکھار آیا ...... جو کائنات کا سنگھار ہے...... دیکھئے، دیکھئے آگے قدم بڑھا رہا ہے...... رخ سے پردہ اٹھانے والا ہے...... جلوہ دکھانے والا ہے ...... مگر وہ تو آدم (علیہ السلام) کی تخلیق سے پہلے بھی نبی تھا...... دیکھنے والوں نے اسے دیکھا بھی تھا...... مگر ہم نے نہ دیکھا تھا...... ہم کو دکھایا جانا تھا...... اسی لئے نامعلوم کب سے اس کی رسالت و ختمیت کی بات ہو رہی تھی...... اس کے آنے سے صدیوں پہلے اس کے آنے کی خبریں دی جا رہی تھیں...... ذرا ماضی کی طرف چلئے...... دور...... بہت دور...... سنئے سنئے...... نوعمری کا زمانہ ہے، چچا کے ساتھ شام کے سفر پر جا رہے ہیں، اچانک بحیرہ راحب کی نظر پڑتی ہے، بیساختہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ وہی نبی ہے، جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی...... پھر جب جوانی میں تجارت کے لئے تشریف لے گئے تو نسطورا راہب کی نگاہ پڑ گئی وہ بھی پکار اٹھا آپ اس امت کے نبی ہیں...... خود سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے"

...... صحابہ نے عرض کیا، آپ کو نبوت کب عطا ہوئی...... فرمایا "میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم (علیہ السلام) ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے"

کعب احبار یہودی عالم تھے جن کو صحابیت کا شرف ملا...... وہ فرماتے ہیں کہ باپ نے توریت کی تعلیم دی مگر توریت کا ایک باب نہ پڑھایا، اس کو صندوق میں رکھ کر تالا ڈال دیا تھا، ان کے مرنے کے بعد جب کھول کر دیکھا تو وہ توریت کا باب سفر تھا اور اس میں لکھا تھا:

☆...... ایک پیغمبر آخری زمانے میں مبعوث ہوگا

☆...... بال چھوڑے گا اور اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے گا۔

☆...... اور لنگی کمر پر باندھے گا۔

☆...... اس کی جائے پیدائش مکہ ہوگی۔

☆...... اور ہجرت کا مقام طیبہ (مدینہ منورہ) ہوگا

اللہ اللہ! کیسی واضح نشانیاں ہیں، ان علامتوں نے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ چھوڑی...... آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)، وضو فرماتے تھے، تہبند باندھتے تھے...... آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی...... تاریخ وسیر میں یہ تمام باتیں ریکارڈ ہیں ...... کعب احبار سے جب حضرت عطا تابعی نے دریافت فرمایا کہ توریت میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کوئی بشارت ہے، تو انہوں نے فرمایا ہاں...... پھر یہ عبارت سنائی:

"دیکھو میرا بندہ، جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی...... میں نے اپنی روح اس پر رکھی...... وہ قوموں کے درمیان عدالت کرے گا...... وہ نہ چلائے گا، نہ اپنی صدا بلند کرے گا اور نہ اپنی آواز بازاروں میں سنائے گا"

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی یہ وہ خوبی ہے، جس کو محدثین نے ریکارڈ کیا بلکہ آپ کے حضور آنے والے ہر شخص کو قرآن حکیم نے ہدایت فرمائی کہ وہ آواز بلند نہ کرے......

یہودیوں کو توریت کی بشارتیں یاد تھیں جبھی تو وہ آنے والے پیغمبر کی حمایت سے کفار و مشرکین مکہ کو شکست دینے کی تدبیریں سوچتے تھے.......

حضرت عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے قبیلے کے لوگ بیان کرتے تھے کہ یہودیوں سے جب لڑائی ہوتی تو کہتے:

"جو پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے اس کی بشارت کا وقت قریب آگیا ہے۔ ہم اس کے ساتھ مل کر تم کو قوم عاد و ارم کی طرح تہس نہس کر دیں گے"

قرآن حکیم نے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر یہودیوں کے اس غائبانہ ایمان و یقین کا اس طرح ذکر فرمایا:

"آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے"

توریت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا ذکر ہے ہی مگر ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جو بعثت محمدی سے ہزاروں برس پہلے مدون ہوئیں، آپ کی آمد آمد کا ذکر ہے چنانچہ بھوشیہ پران میں ہے:

☆...کل جگ میں "سرب انما" (محمد) پیدا ہوں گے۔ ☆......جن کے سر پر بادل سایہ کرے گا۔

☆......ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ ☆......ان کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔

☆......وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے۔ ☆......دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کریں گے۔

☆......تمام عمر کم کھائیں گے۔ ☆......وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے۔

اللہ اللہ! کیسی واضح نشانیاں ہیں، احادیث کو دیکھتے جائیے اور ایک ایک خوبی گنتے جائیے...........صرف ان علامات پر احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک دقیق مقالہ مرتب ہو سکتا ہے...........مہادیو جب دنیا چھوڑ کر اپنی بیوی پاربتی جی کے ساتھ کیلاش پہاڑ پر جانے لگے تو پاربتی نے آنے والے پیغمبر کی نشانیاں پوچھیں، مہادیو جی نے جواب دیا:

☆......وہ اللہ کا پسندیدہ زمین پر پیدا ہوں گے۔ ☆......وہ ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوں گے۔

☆......صرف ان کے منہ اور سر پر بال ہوں گے۔ ☆......سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی طرف رجوع نہ کریں گے۔

☆......ان کی قوم ان سے جدا ہو جائے گی۔ ☆......ان کا سنہ لکھا جائے گا۔

اللہ اللہ! آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی ذات قدسی میں ایک ایک علامت موجود تھی...........آخری علامت سنہ ہجری ہے جو اب تک چلا آ رہا ہے اور نہ معلوم کب تک چلتا رہے گا۔

یونانی فلسفی سقراط نے جو پیش گوئی کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آسمانی کتابوں کو یقین کی آنکھ سے دیکھا تھا اور دل سے مانا تھا...........وہ کہتا ہے:

"ایک ہدایت یافتہ پیغمبر ہماری دنیا کے لئے یکہ و تنہا ہو کر ظاہر ہوگا...... میں اسی کو مانتا ہوں وہی ہمارا ہادی ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اے قوم! میں نے تم کو سب کچھ بتا دیا ہے تاکہ کوئی ساری مخلوق کیلئے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے ظاہر ہونے اور مبعوث ہونے میں شک نہ کرے"

ایک مرتبہ اردن سے کچھ آگے جنگل میں نماز ظہر کے بعد مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے ایک آنے والے کی خبر دی...........عرض کیا گیا، وہ آنے والے کون ہیں؟...........فرمایا:

"وہ محمد اللہ کے رسول ہیں، جب وہ دنیا میں آئیں گے تو جس طرح بارش سے پیاسی زمین پھل پھول لاتی ہے اسی طرح اُن کے آنے سے، ان اَن گنت نعمتوں کے طفیل جو وہ اپنے ساتھ لائیں گے، نیکیوں کی بہار آئے گی...........وہ اللہ کی رحمت کا بھرپور سفید بادل ہوں گے........... جس طرح زمین پر بارش کا چھینٹا پڑے گا...... اس تاریخی شہادت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے...... رما (اٹلی) کے گرجا گھر میں روایتی

طور پر دو کرسیاں چلی آرہی تھیں جن میں سے ایک حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواری پطرس کی کرسی کہلاتی تھی۔ وہ خالی رہتی تھی۔ ۱۵۹۸ء میں جب نپولین بونا پارٹ نے روما کو فتح کیا اور پطرس کی کرسی کا معائنہ کیا گیا تو اس پر لکھا تھا:

لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللہ ...... ایران میں عہد گشتاسپ میں ۹۸۲ء میں حکیم جاماسپ گزرے ہیں، انھوں نے اپنی کتاب جاماسی میں غالباً ژند اوستا کی بنیاد پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق یہ پیش گوئی کی ہے۔

..............عرب کے دشت سے ایک مرد ظاہر ہوگا۔

.............خوب رو، خوب گفتار، گندم گوں۔

..............ٹوپ کی جگہ عمامہ سر پر رکھیں گے۔

..............۶۳ سال تیزی میں گزاریں۔

..............ان کے داماد کے ہاں دولڑکے ہوں گے۔

..............ایک کو زہر دے کر ماریں گے دوسرے کو ۷۲ تن کے ساتھ۔

..............نینوا (عراق، کربلا) میں قتل کریں گے۔

سبحان اللہ! کیسی واضح پیش گوئی ہے..............! ہر آسمانی اور مذہبی کتاب میں بعثت محمدی کا ذکر موجود ہے، کوئی کتاب اس ذکر سے خالی نہیں۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ مجوسی باپ کے بیٹے تھے .... ژند اوستا اور توریت وانجیل کی پیش گوئیاں ان کے کان میں پڑ چکی تھیں ایران میں رہتے تھے مگر دل اچاٹ ہوگیا، مصیبتیں جھیلتے بالآخر مدینہ منورہ پہنچ گئے...... سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا آوازہ سنا، خدمت میں حاضر ہوئے، ایک ایک نشانی کو پرکھا، ایک ایک نشانی کو دیکھا قدموں پر گر گئے، اسلام لے آئے.......... ان کے واقعات بہت ہی رقت انگیز ہیں.......... اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں مثلاً ایک یہودی عالم کے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ذمے چند دینار قرض تھے............ مطالبہ کے لئے آیا، سرکار نے معذرت کی، وہ اَڑ کر بیٹھ گیا کہ لے کر جاؤں گا، جب تک تم نہ کہو گے، جا، نہ جاؤں گا.......... آپ نے اس سے نہ کہا کہ جا.......... وہ بیٹھا رہا.......... صبح سے شام ہوگئی، شام سے رات، پھر رات سے صبح ...... مگر آپ نے یہ نہ فرمایا کیوں چمٹا ہوا ہے، چلا جا.......... اس عالم کو توریت کی پیش گوئی اپنی آنکھوں سے دیکھنی تھی، دیکھ لی اور مسلمان ہوگیا.......... احادیث میں آتا ہے کہ جو ملنے آتا، جب تک وہ خود نہ جاتا آپ اس سے نہ فرماتے چلا جا .... جو مصافحہ کے لئے ہاتھ ملاتا، جب تک وہ ہاتھ نہ چھوڑتا.......... آپ نہ چھوڑتے.......... جو بات کرنے آتا جب تک وہ بات کر کے پیٹھ نہ پھیر لیتا، آپ پیٹھ نہ پھیرتے...... توریت ان عادات شریفہ کی تصدیق کر رہی تھی، وہ یہودی عالم یہی دیکھنے اور پرکھنے آیا تھا....... اس نے دیکھ لیا، اس نے پرکھ لیا ...... ہاں اس نے دل دے دیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو اپنے بنالیا۔ ... ایک عیسائی عالم جارود بن علا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انجیل کے آئینے میں جب سیرت پاک کو دیکھا تو مشرف باسلام ہوگئے۔ ایک یہودی لڑکا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خادم تھا، بیمار ہوگیا۔ آپ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، باپ سرہانے کھڑا تھا، آپ نے باپ سے قسم دے کر دریافت فرمایا.......... توریت میں میرا بھی کچھ ذکر ہے؟..... جواب ملا نہیں،...... بیٹے نے باپ کی بات کاٹ کر کہا،.......... باپ جھوٹ بولتا ہے،........ توریت میں آپ کا ذکر اور تعریف و توصیف ملتی ہے.......... پھر اس نے باپ کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

..........☆☆☆..........

مسائل دینیہ

......محقق دوراں جناب حضرت علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی مدنی......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم : حافظ صاحب !ایک آدمی عثمان جو وہابیوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اس نے اعتراض کیا ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخردلة علی حکم اتصالی میں نے اللہ کے تمام شہروں کی طرف نظر دوڑائی وہ میری آنکھوں میں رائی کے دانہ کے برابر سا گئے۔اور فرمایا میری نظر لوح محفوظ میں ہے اس کی کوئی سند یا اس پر کوئی دلیل عطا فرمادیں

(۲) دعوت اسلامی کی کتاب ,,کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب اوپر والا کہنا کفر ہے۔یہ بات غلط ہے نبی کریم ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا اللہ کہاں ہے۔تو اس نے کہا آسمان میں۔اس کی وضاحت فرمادیں۔((السائلین: شہزاد عطاری، کامران عطاری، ڈاکٹر خالد۔اور اہل شہدرہ لاہور کی طرف سے تمام قارئین الحقیقہ کو ربیع الاول کی مبارک ہو۔))

ج یہ فرمان حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہیں اور بالکل برحق ہیں ہمارا ان پر ایمان ہے دیکھو بہجۃ الاسرار علامہ ابوالحسن نورالدین الشطنوفی، اخبار الاخیار، زبدۃ الاثار شیخ عبدالحق محدث دہلوی ،قلائد الجواہر علامہ محمد بن یحیٰ حلبی نزہۃ الخاطر الفاتر شارح مشکوۃ ملا علی قاری وغیرہ کتب میں درج ہیں شارح مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ محدث ہیں جنہوں ہندوستان میں سب سے پہلے حدیث کے علم کی ترویج کی اور بہجۃ الاسرار علامہ ابو الحسن نورالدین الشطنوفی کی مبارک کتاب ہے جس میں محدثانہ طرز پر سند کے ساتھ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات بیان کی گئی ہیں اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام راوی اللہ کے ولی ہیں یعنی کوئی روایت بھی ضعیف نہیں۔اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اللہ کے ولی بلکہ اولیاء کے سرادار ہیں اور اللہ کا ولی اللہ کی توفیق سے بولتا ہے اور اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔جیسا کہ ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورہ سورۃ الحجر حدیث ۳۱۲۷ اور جامع صغیر کی روایت ہے اور اللہ کے نور کے آگے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں جب بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔(بخاری کتاب الرقاق حدیث-۶۵۰۲) اور عبدالواحد کی روایت میں یہ زیادہ ہے اس کا دل بن جاتا ہو جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔فتح الباری شرح بخاری۔امام رازی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: جب اللہ کا نور اس کی بصارت بن جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کو دیکھ لیتا ہے۔تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۷ سورہ کہف آیت:۹) اب بتاؤ جو وہ دور و نزدیک کو دیکھ لیتا ہے اس سے اللہ کے شہر اور لوح کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔نگاہ ولایت عرش الٰہی اور جنت و دوزخ دیکھ سکتی ہے۔

حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے: میں نے کہا کہ میں دنیا سے بے رغبت ہوں رات بھر بیدار رہا اور دن بھر پیاسا رہا گویا میں عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اے حارث تم

نے معرفت حاصل کر لی ان اوصاف کو لازم رکھنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ص ۴۳، مسند البزار حدیث ۳۲ ، مجمع الزوائد ج ۱ص ۵۷، تفسیر ابن کثیر سورہ انفال آیت ۴، تفسیر تبیان القرآن ۴-۵۵۲)

حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نبی نہیں صحابی ہیں اور ہر صحابی ولی ہیں اگر ولی کے لئے عرش الہی جنت و دوزخ لوح محفوظ کو دیکھنا ممکن نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ انکار فرما دیتے لیکن جب آپ ﷺ نے تصدیق فرمادی کہ تم نے سچ کہا معرفت الہی تم نے حاصل کر لی اب ولی کی کرامت کا انکار وہی کر سکتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر یقین نہ ہو جو منکر حدیث ہو میں نے تین حدیثیں پیش کر دی ہیں جن میں ایک بخاری کی بھی ہے عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہے لیکن

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر۔

فرمان غوث اعظم: سورج روزانہ طلوع ہوتے وقت مجھے سلام عرض کرتا ہے اور ہر نیا سال جب آتا ہے مجھے سلام عرض کرتا ہے نیز جو کچھ سال میں وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے مجھے اس کی خبر دیتا ہے، ہر دن مجھے سلام عرض کرتا ہے نیز جو کچھ سال میں وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے مجھے اس کی خبر دیتا ہے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۲)۔ مجھے اپنے رب کے عزت و جلال کی قسم میرے سامنے نیک بخت اور بد بخت لوگ پیش کئے جاتے ہیں میری نظر لوح محفوظ پر ہوتی ہے میں اللہ کے علوم و مشاہدات میں تیرنے والا ہوں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۲) جن کو نبی کریم ﷺ نے بیداری کے عالم میں اپنا لعاب دہن چٹایا ہو اور جن کا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہو ان کا فرمان کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ جو اللہ آپ کو ولی اللہ مانتا ہے وہ تو آپ کے فرمان کو تسلیم کرے گا کیونکہ اللہ کا ولی اللہ کی توفیق سے بولتا ہے اور اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اور جو بد بخت ہو کرامات اولیاء کا منکر ہو تو وہ قرآن کا منکر ہو گا کیونکہ کرامات اولیاء کا ثبوت قرآن سے ہے جو آئندہ ماہ بیان ہوں گی انشاء اللہ۔

س نمبر۲ اللہ کو اوپر والا کہنا: کا جواب یہ ہے شکر ہے عثمان صاحب! کہ آپ نے دعوت اسلامی کے باقی تمام باتیں تسلیم کر لی صرف اس بات میں آپ کو شبہ پیدا ہوا کوئی اور بات ہو تو وہ بھی بتا دو اس کا بھی آپ کو اطمینان بخش جواب ملے گا انشاء اللہ لیکن لگتا ہے آپ نے یہ کتاب پڑھی نہیں اگر پڑھی ہوتی تو اعتراض نہ کرتے اس میں کوئی بات بھی بغیر دلیل نہیں آپ نے کسی سے سن کر اعتراض کر دیا تو سنو اللہ آپ کو حق قبول کرنے کی توفیق دے مطلقاً اوپر والا کہنا کفر نہیں اس وقت کفر ہے جب اس سے سمت ثابت ہوتی ہو اگر بلندی کا معنی ہو تو کفر نہیں لیکن اس کا قول برا ہے۔

مفتی جلال الدین امجدی فرماتے ہیں۔ خدا تعالی کی ذات کے لئے اوپر والا بولنا کفر ہے کہ اس لفظ سے اس کے لئے جہت یعنی سمت کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کی ذات جہت سے پاک ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ جملہ بلندی اور برتری کے معنی میں استعمال کرے تو پھر قائل یعنی کہنے والے پر حکم کفر نہ کریں گے مگر اس قول کو برا کہیں گے اور قائل یعنی اس قول کے کہنے والے کو اس سے روکیں گے۔ (فتاوی فیض الرسول حصہ اول ص ۲-۳)

مفتی قاسم قادری عطاری لکھتے ہیں۔ اللہ کے لئے جہت ماننا کفر ہے یعنی یہ کہنا اللہ اوپر ہے۔ روزی دینے والا اوپر بیٹھا ہے۔ یہ کلمہ کفر ہے۔ یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم یہ کلمہ کفر ہے خدا کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے اللہ کے لیے مکان اور جہت ثابت کرنے والے جملے لوگوں میں رائج ہوتے جا رہے ہیں مثلاً اوپر والا کہنا تو بہت عام ہے اور لوگوں نے زیادہ یہ فلموں اور ڈراموں سے لیا ہے کاش لوگ فلموں ڈراموں کو چھوڑیں اور ضروریات دین کا علم حاصل کریں تا کہ ان کا ایمان محفوظ ہو۔ (ایمان کی حفاظت ص ۴۵) نبی کریم ﷺ نے لونڈی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے تو اس نے کہا آسمان میں ۔اس حدیث کے متعلق مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں یہ سوال و جواب اللہ تعالی کی جگہ کے متعلق نہیں وہ تو جگہ میں رہنے سے پاک ہے بلکہ سرکار ﷺ نے اس چیز کی تحقیق فرمائی کہ یہ لونڈی مشرکہ نہیں بتوں کو خدا نہیں کہتی اگر مشرکہ ہوتی تو ان بتوں کو الہ کہتی۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۵ ص ۱۲۶)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کسی جہت اور سمت کے ساتھ مخصوص نہیں یہ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ آسمانوں میں ہے صرف اس وجہ سے ہے کہ آسمان اور بلندی کو زمین اور پستی پر شرف حاصل ہے۔شرح مسلم ج۲ص ۹۸) اس کے برعکس وہابیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عرش پر موجود ہے ابن قیم لکھتا ہے میرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عرش اور کرسی کے اوپر موجود ہے اللہ نے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں۔(قصیدہ نونیہ ص ۳۱) وہابیہ کا وحید الزماں لکھتا ہے اللہ جب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے تو عرش اس سے خالی رہتا ہے۔(ہدیہ المهدی ص ۱۰) جب اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھتا ہے تو چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی اور اس (اللہ) کے بوجھ سے چر چر کرتی ہے۔ (ترجمہ قرآن وتفسیر وحیدی ص ۵۶)

اللہ عرش سے اسی طرح اترتا ہے کہ جس طرح ہم منبر سے (ہدیۃ المهدی ص ۱۱)

اس سے پتہ چلا کہ وہابی اللہ کو سب سے بڑا نہیں مانتے کیونکہ انہوں کرسی اور عرش کو اللہ سے بڑا مان لیا اور انسانوں کی طرح اللہ کے جسم کے قائل ہو گئے لیکن امام اہل سنت فرماتے ہیں وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ ابن تیمہ نے اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نازل ہونے کی حدیث بیان کی پھر منبر کی دوسیڑیوں سے اتر کر بیان کیا کہ میرے اترنے کی طرح اللہ تعالیٰ اترتا ہے اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل ہے۔(الدررالکامنہ ج ۱ص ۱۵۴)

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ (جو سعودی مدارس میں داخل نصاب ہے) میں لکھا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے، اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا میں نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے، اس وجہ سے ابن تیمیہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔(الدررالکامنہ ج ۱ص ۱۵۵)

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ص ۲۵۹)

شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مکان اور اوپر نیچے کی جہت سے پاک اور منزہ ہے یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔(تحفہ اثنا عشریہ فارسی ۲۸۵) وہابیہ نے اللہ کو مخلوق کے برابر قرار دے دیا حالانکہ اللہ بے مثل بے مثال ہے اللہ فرماتا ہے اس جیسا کوئی نہیں (سورہ الشوریٰ:۱۱)

وہابیوں نے رسولوں کو ناامید ہونے والا لکھ دیا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔(سورہ یوسف: ۸۷)

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے۔(سورہ یوسف: ۱۱۰) سعودیہ کا مطبوعہ وہابی ترجمہ جونا گڑھی۔اس کے حاشیہ میں لکھا یہ مایوسی اپنی قوم کے ایمان لانے کے سلسلے میں ہوئی۔(ص ۶۷۵۔) اس ترجمہ سے رسولوں پر کفر کا الزام لگایا جا رہا ہے کتنی بڑی گستاخی رسول ہے یعنی وہابی رسولوں کو معصوم نہیں مانتے ہے کوئی وہابی جواب دینے والا یا گندے عقیدے سے توبہ کرنے والا وہابیوں کے تقریباً سارے تراجم ایسے ہی ہیں اس کے برعکس امام اہل سنت امام احمد رضا نے کیا شاندار ترجمہ کر کے ہمارے ایمان کی حفاظت کی ہے۔یہاں تک کہ رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی۔اس کے حاشیہ میں مفتی احمد یار خاں نے لکھا: اسباب سے ناامیدی بری نہیں اللہ سے ناامیدی بری ہے، اسباب سے ناامیدی اعلیٰ درجہ کا توکل ہے۔

وہابیوں نے اللہ تعالیٰ کو فریب دینے والا، دھوکہ دینے والا دغا دینے والا لکھا۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ (سورہ النساء آیت ۱۴۲)

ترجمہ......محمود الحسن،،منافقین دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی ان کو دغا دے گا۔،،

ترجمہ......مودودی بانی جماعت اسلامی،،یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔(تفہیم القرآن)

ترجمہ......وحید الزماں ,,منافق (سمجھتے ہیں) کہ وہ اللہ کو فریب دیتے ہیں اور (یہ نہیں جانتے کہ) اللہ تعالی ان کو فریب دے رہا ہے۔،،

ترجمہ ...... فتح محمد جالندھری ,,منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) خدا کو دھوکہ دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکہ دیں گے) وہ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔،،

اللہ تعالی کو دھوکہ باز فریبی کہنے والا سنی نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ......اعلی حضرت فاضل بریلوی ,,بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔

اللہ کو چالباز لکھ دیا: ﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (سورہ الانفال آیت ۳۰)

ترجمہ ......محمود الحسن ,,وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔،،

ترجمہ......فتح محمد جالندھری ,,(ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور ادھر خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

ترجمہ......مودودی ,,اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔،،

ترجمہ......وحید الزماں ,,اور وہ (اپنا) داؤ کر رہے تھے اور اللہ تعالی (اپنا) داؤ کر رہا تھا اور اللہ تعالی سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے،،

اللہ تعالی کو چالباز کہنے والا سنی نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ......اعلی حضرت فاضل بریلوی ,,وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔،،

اللہ کو ٹھٹھا، ہنسی مذاق کرنے والا لکھ دیا: ﴿اللهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (سورہ البقرۃ آیت ۱۵

ترجمہ...... مودودی ,,اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔،، (تفہیم القرآن) ترجمہ......سر سید احمد خاں ,نیچری وہابی ,,اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔،،

ترجمہ......وحید الزماں ,,اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔،،

ترجمہ ......محمود الحسن ,,اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں۔،،

ترجمہ......اعلی حضرت فاضل بریلوی ,,اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے ،اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔،،

مندرجہ بالا تراجم میں غور کیجئے۔مودودی ،دیوبندی وہابی علماء (جہلاء) اللہ تبارک وتعالی کی شان میں کس قدر بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور خالق کو مخلوق کے درجے میں لا کھڑا کیا ہے ان تراجم میں استعمال کئے گئے لفظ مثلا ,,اللہ ان کو دغا دے گا ،اللہ نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ،اللہ ان سے مذاق کرتا ہے وغیرہ یہ سب الفاظ کسی طرح بھی ہرگز ہرگز اللہ کی شان وعظمت کے لائق نہیں ہیں۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی نے تمام تفاسیر کی روشنی میں باادب اور بہترین ترجمہ کر کے مسلمانوں کو بے ادبی اور گمراہی سے بچا لیا ہے۔

مزارات پر چادر چڑھانے کا حکم

اولیاء اللہ کے مزارات پر چادر چڑھانے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان فرمادیں۔ناظمہ جامعہ فاطمہ ضیاء البنات جنڈ ضلع اٹک

اولیاء اللہ اور علماء کبار کے مزارات پر ان کی تعظیم کے نقطہ نظر سے چادر چڑھانا جائز ہے۔علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں :میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے ،تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں۔رہے ہم تو ہمیں لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا چاہئے۔(لواقح الانوار قدسیہ ص ۵۹۳) شرح مسلم ج ۲ ص ۸۱۵)

علامہ شامی نے لکھا: صاحب فتاوی نے کہا ہے کہ قبروں پر چادریں چڑھانا مکروہ ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب چادر چڑھانے سے صاحب قبر کی تعظیم کا قصد کیا جائے تو یہ جائز ہے۔۔۔ اور منہاج السالکین میں لکھا ہے کہ اس فعل کے لئے نہ کوئی سنت مروی ہے نہ اثر صحابی، اس کے باوجود ہمارے اصحاب نے ایسا کیا۔ (ردالمختار ج۵ص۳۱۹)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: علامہ نابلسی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ شامی اور علامہ رافعی نے مزارات پر چادر چڑھانے کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں افراط وتفریط اور بے اعتدالی کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح اوباش لڑکے باجوں، تاشوں کے ساتھ ناچتے گاتے چادر کا جلوس لے کر مزارات کی طرف جاتے ہیں، البتہ ادب اور تعظیم کے ساتھ نعت خوانی کرتے ہوئے چادر چڑھانا جائز ہے یا ضرورت سے زیادہ چادریں چڑھائی جائیں یہ دونوں صورتیں اسراف اور گناہ ہیں۔ جب تعظیم کے لیے مزار پر چادر موجود ہے تو مزید چادروں کی بجائے وہ کپڑا غریبوں پر صدقہ کر کے اس کا ثواب صاحب مزار کو پہنچادیں۔ مزار پر چادر چڑھانے کی شرعی نذر اور منت ماننا بھی گناہ ہے جو صرف اللہ کے لیے جائز ہے فقہاء کی تصریح کے مطابق غیر اللہ کے لیے شرعی نذر ماننا ناجائز اور گناہ ہے۔ ہاں عرفی نذر بمعنی نذرانہ یا ایصال ثواب جائز ہے۔ شرح مسلم ج۲ص۔۸۱۷۔۸۱۶)

اگر کوئی سید بے دین ہو جائے: السلام علیکم: علامہ صاحب! مجھ سے کسی نے پوچھا ہے اگر کوئی سید وہابی ہو جائے تو ہمارا اس کے بارے میں کیا گمان ہونا چاہیئے بالخصوص اسماعیل دھلوی ان کو ہم کیا کہیں گے وہ بھی سید تھا۔ اس کی وضاحت فرمادیں۔ حافظ ناصر خطیب جامع مسجد انوار مدینہ (شاہدرہ لاہور)

بے دین کو سید کہنا منع ہے اور بدعقیدگی کی وجہ سے اس کا وہ ادب واحترام ختم ہو جاتا ہے نبی کریم کے فرمایا: منافق کو سید (سردار) نہ کہو اگر وہ سید ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ (ابوداود مشکوۃ حدیث ۴۷۸۰) کتاب الآداب باب الاسامی الفصل الثانی

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو سید کہو نہ سیدنا اور نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے یوں ہی اسے سردار، سرور اور حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ تعظیمی الفاظ کفار کے لئے استعمال کرنا رب تعالی کی ناراضگی کا باعث ہے ضرورت دینی یا دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بے دینوں کو مولانا تعظیماً کہنا جائز نہیں کہ مولانا تو سیدنا سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے ہاں اگر مولانا بمعنی غلام مراد لے تو جائز ہے توریۃً جائز تعظیماً ناجائز۔ (مراۃ المناجیح ج۶ص۴۲۳)

سید کا تو بڑی دور کا واسطہ ہے اگر صلبی بیٹا بھی ہو تو قرآن کی رو سے وہ نسبت ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (سورہ ہود: ۴۶ پارہ۱۲رکوع۴)

اس آیت کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یعنی تمہارا گھر والا وہ ہے جو تمہارے دین پر ہو یہاں عمل غیر صالح سے مراد بدعقیدگی بھی ہے کہ یہ دل کا عمل ہے اور کفار کی صحبت بھی۔۔۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص شیعہ، وہابی یا مرزائی ہو جائے وہ سید نہیں۔ اگرچہ حضرت علی کی اولاد سے ہو۔ کیونکہ سید ہونے کے لئے ایمان ضروری ہے۔ دیکھو کافر بیٹا مومن باپ کی میراث نہیں پاتا۔ قرابت نسبی اگرچہ دینی قرابت سے قوی ہے لیکن بغیر قرابت دینی کے نسبی قرابت بیکار ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

حیات اولیاء اور نبی پاک کا علم غیب

س علامہ صاحب! ایک آدمی کہہ رہا تھا میں یہ بات مانتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں لیکن اولیاء کرام قبروں میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔

(۲) اور نبی پاک ﷺ کو طائف میں پتھر مارے گئے تو کیا اس وقت آپ کو علم غیب نہیں تھا اگر غیب ہوتا تو نہ جاتے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں

جواب عنایت فرمادیں۔ (حافظ محمد اعظم آسوی ماموں زاد حضور مفکر اسلام فاروق آباد ضلع شیخوپورہ)

ج شکر ہے اللہ کا انہوں نے کچھ مان تو لیا انشاء اللہ الحقیقہ پڑھنے کے بعد حیات اولیاء کے بھی قائل ہو جائیں گے میرے مرشد کریم کے فیضان سے۔ افسوس ان لوگوں کی عقل پر ابھی تک یہ قرآن وحدیث نہ سمجھ سکے۔

یہاں عشق نبی جو پڑھتے ہیں بخاری آتا ہے بخار ان کو نہیں آتی بخاری

قرآن پاک میں اللہ نے شہداء کو زندہ قرار دیا اور فرمایا: جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ پارہ ۲ رکوع ۳ سورہ بقرہ ۱۵۴) سارے شہداء زندہ شہدائے بدر، احد، خندق، حنین اور شہدائے کربلا تو یہ تمام شہداء نبی ہیں یا ولی سب ولی ہیں تو اولیاء کرام کی زندگی تو نص قطعی سے ثابت ہوگئی۔ رب زندہ کہے تو کس کی جراءت ہے ان کو مردہ کہے۔ لیکن بے عقلی کا کوئی علاج نہیں۔ امام اہل سنت اسی تو فرماتے ہیں

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

اللہ نے یہاں تلوار کا ذکر نہیں کیا بلکہ جو نفس کیساتھ جہاد کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے تلوار کے ساتھ جہاد اصغر اور نفس کے جہاد، جہاد اکبر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (مشکوۃ کتاب الایمان الفصل الثانی: حدیث ۳۴) نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: **قَدِمْتُمْ خیر مقدم قَدِمْتُمْ من الجهاد الا صغر الی الجهاد الاکبر فمجاهدة العبد هواه** تمہارا آنا بہت بہتر ہے تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو آدمی کا اپنی خواہشات سے جہاد کرنا۔ جامع صغیر حدیث ۶۱۰۷) تو جو ایمان والا ہوگا وہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ مانے گا کیونکہ آپ کا فرمان خدا کا فرمان ہے وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا چشمہ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام جب چھوٹے جہاد والا نص قرآن سے زندہ تو بڑے جہاد والا بدرجہ اولی زندہ ماننا پڑے گا اور پھر شہید کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی اور حکمی کی بہت سی اقسام ہیں۔ جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید اور جو اپنے خون کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید اور جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید۔ (ترمذی مشکوۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن۔ حدیث ۳۵۲۹) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صبح وشام سورہ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والا شہید ہے۔ (مشکوۃ کتاب فضائل القرآن حدیث ۲۱۵۷) نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ فتنہ فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرنے والے کو سو شہید کا ثواب ہوگا۔ مشکوۃ حدیث ۱۷۶) طالب علم کو جب پڑھتے ہوئے موت آجائے تو وہ شہید ہے (بزار، ترغیب کتاب العلم: ۱۱۵)

اور شہید زندہ ہے تو پتہ چلا ہر کی زندہ کیونکہ ان کا عقیدہ زندہ ان کا نبی زندہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت (مشکوۃ کتاب الرقاق حدیث ۵۱۵۸) علامہ اقبال کہتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے ☆ وہ تو قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے
موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی ☆ ہے یہ شامِ زندگی صبح دوامِ زندگی
مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں ☆ حقیقت میں وہ کبھی بھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

جب مومن مرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ قید سے چھوٹا اور کافر اور بے دینوں کی گرفتاری کا دن ہے اور مومن کے لئے اپنے محبوب سے ملاقات کا دن۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں۔ جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا
میرے شیخ کریم حضور مفکر اسلام نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔ آج لحد میں پھولے نہ سمائیں گے آتی جس کے جویاں تھے ہے اس گل سے ملاقات کی رات اولیاء کرام کی حیات پر متعدد دلائل ہیں پہلی دلیل ان کو سلام کیا جاتا ہے اگر زندہ نہ ہوں تو ان کو سلام کیسا۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ قبر میں صبح و شام ان کو جنت و یا دوزخ پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ بخاری ۱۳۷۹ مسلم ۲۸۶۶ مشکوۃ کتاب الایمان باب عذاب القبر ۱۲۷) اگر وہ زندہ نہیں تو کس پر جنت یا دوزخ پیش کی جاتی ہے۔ کس کس حدیث کا انکار کرو گے اگر نبی کریم ﷺ کے فرمان پر یقین ہے تو حیات اولیاء مان لو ورنہ اہل حدیث کہلانا چھوڑ کر اپنا نام منکر حدیث رکھ لو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے خیمہ نصب کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ یہاں قبر ہے اس میں سے سورہ ملک پڑھنے کی آواز آرہی تھی انہوں نے نبی پاک ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سورت روکنے والی اور اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی مشکوۃ کتاب فضائل القرآن ۲۱۵۴) اب اگر وہ زندہ نہیں تھے تو تلاوت کس نے کی تھی نبی پاک ﷺ نے بھی ان کی تصدیق کی انکار نہیں فرمایا کہ تمہارا وہم ہوگا وہ تو مردہ ہیں۔ تو واضح ہو گیا کہ قبر والے زندہ ہوتے ہیں قرآن بھی پڑھتے ہیں۔ انشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ مجھے پڑھتے پڑھاتے موت آجائے تاکہ میں قبر میں جاکر حضور مفکر اسلام سے اور اعلیٰ حضرت سے تعلیم حاصل کروں۔ ہے جو زندگانی باقی یہ ارادہ کر لیا ہے تیرے دشمنوں سے آقا میں مروں گا لڑتے لڑتے دنیا سے مطلب ہمیں کیا مدرسہ ہے وطن اپنا مریں گے کتابوں میں ہر ورق ہوگا کفن اپنا۔

س (۲) اور نبی پاک ﷺ کو طائف میں پتھر مارے گئے تو کیا اس وقت آپ کو علم غیب نہیں تھا اگر غیب ہوتا تو نہ جاتے۔

ج کیا گستاخانہ اور جاہلانہ انداز کس ہستی کے بارے میں زبان درازی کی جارہی ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ تسبیح پھری تے دل نہ پھریا کیہ لینا تسبیح پھڑ کے ہو علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کیہ لینا علم نوں پڑھ کے ہو

مجھے بتائیں جان کے خوف سے تبلیغ بند کر دینی چاہیے شہادت ایسا مقام و مرتبہ ہے جس کی صحابہ کرام اور نبی پاک ﷺ نے تمنا کی ہے کتنے بزدل ہیں یہ لوگ یہی وجہ ہے کہ یہ آج تک کسی گستاخ کو قتل نہیں کر سکے جتنے غازی ہیں ساری اہل سنت تھے ہمارے عام سنی موت سے نہیں ڈرتے امام حسین نہیں ڈرے نبی پاک کیسے ڈر جاتے بتائیں امام عالی مقام کو اپنی شہادت کا علم تھا کہ نہیں عمر فاروق عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم کو اپنی شہادت کا علم تھا کہ نہیں نبی پاک ﷺ ان کی شہادت کی خبریں دی تھیں کیسے ممکن ہے کہ اپنے متعلق علم ہی نہ ہو صحابہ کرام کو علم ہوتا تھا کہ ہم میں سے بعض نے جام شہادت نوش کر جائیں گے پھر بھی ضد کر کے جہاد کی اجازت لیتے تھے کسی صحابی نے نبی پاک ﷺ کے علم پر اعتراض نہیں کیا جب بھی اعتراض کیا تو منافقوں نے کیا ہم نے صحابہ کرام سبق یاد رکھا ہے اور انہوں نے منافقوں والا علامہ اقبال فرماتے ہیں ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

صحابہ بھی اللہ کے شیر، اہل بیت بھی اللہ کے شیر، شیران اسلام بھی اللہ کے شیر منافق اس وقت بھی بزدل اور آج بھی بزدل یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ لوگ سنیوں کے سامنے نہیں آتے ہر سال ایک پیپر پر چند سوال لکھیں گے اور چیلنج کریں گے لیکن اس پر نہ ان کا نام ہوگا اور نہ فون نمبر یہ بزدلی نہیں تو اور کیا ہے۔ نبی پاک ﷺ کو سارے طائف، کافروں کا ہی نہیں بلکہ ان کی نسلوں کا علم تھا۔ اسی لئے جب فرشتے نے آکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو میں اس بستی کو تباہ کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا

جواللہ کی عبادت کریں گے اوراس کا کسی کو شریک نہیں کریں۔(بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکراعلانیہ حدیث:۲۹۹۲)

دوسروں کی زبان سے حیات اولیاء کا ثبوت: مولوی ابراہیم غیر مقلد سیالکوٹی کا شاگرد عبدالمجید سوہدروی لکھتا ہے: صوفی حبیب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیا معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خاں کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی سلیمان منصور پوری کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر مراقبہ کے لئے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو۔ ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھنے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا: سلیمان بیٹھے رہو۔ ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری ہے۔ (کرامات اہل حدیث کرامات قاضی سلیمان)

اس سے پتہ چلا کہ اللہ والے زندہ ہوتے ہیں قبر سے باہر بھی آسکتے ہیں دلوں کی باتیں تک جان لیتے ہیں۔ اگر ہم یہی باتیں حضور غوث پاک کے متعلق بیان کریں تو یہ لوگ ہم پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں کتنی ناانصافی ہے اگر یہ باتیں شرک ہیں تو سب سے پہلے تمہارے اپنے مولوی مشرک ہوں گے۔

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اہل قبور سے ناامید ہونا کفار کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے اور وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔ (سورہ الممتحنہ کی آخری آیت پ ۲۸) یعنی جیسے کافر مُردوں کی مدد یا ان کے سننے سے مایوس ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قبر والوں سے مایوس ہو جانا کہ اب وہ کچھ نہیں کر سکتے کافروں کا عقیدہ ہے مومن کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر والے صالحین زندہ ہیں مدد کرتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے وصال کے بعد پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ (تفسیر نور العرفان)

قسطوں پر چیزیں لینا: جو چیز قسطوں پر لی جاتی ہے اس میں سود ہے یا نہیں اس کا جواب دے دینا۔ ماشاء اللہ پہلے بھی ایک سوال پوچھا تھا روح کے بارے میں اس کا جواب پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا۔ حافظ عبدالرشید رضا جلالی امام وخطیب جامع مسجد بیت اللہ رنگپورہ سیالکوٹ

ج حافظ صاحب! یہ آپ کی ذرہ نوازی اور محبت ہے کہ مجھ فقیر پر کرم کرتے ہوئے خدمت کا موقع دیتے ہو اور مجھے سبق سنانے کا موقع مل جاتا ہے اور آپ ہم جیسے طلباء کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں ورنہ آپ ماشاء اللہ خود بہت بڑے عالم ہیں آپ رضا والے، جلال والے، جمال والے، امامت والے، خطابت والے، بیت اللہ والے ہو کبھی مسجد ابوحنیفہ آ کر شربت دیدار تو پلا دینا اور نورانی بیان بھی سنا دینا یا میرا بیان سن کر اصلاح فرما دینا آپ کے سوالوں سے میرے علم میں اضافہ ہوتا ہے یہ آپ کی مہربانی اور اللہ ورسول کا فضل ہے میرا اس میں کیا کمال، خاک مجھ میں کمال رکھا ہے بس ان کے کرم نے سنبھال رکھا ہے۔

قسطوں پر چیزیں لینا بالکل جائز ہے علماء کی تصریح کے مطابق اس میں سود نہیں ہے البتہ قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں جو وہ جرمانہ کرتے ہیں وہ ناجائز اور سود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے بھلا ہے اگر تم جانو۔ (سورہ بقرہ ۲۸۰)

سود وہ ہوتا ہے جو بلا عوض ہو وہ تو اپنی چیز فروخت کر رہا ہے اور اس کی قیمت لے رہا ہے اور اس کو مہنگی یا سستی دینے کا اختیار ہے اور منافع کی

کوئی حد مقرر نہیں بائع اور مشتری جس قیمت پر متفق ہو جائیں تو وہ جائز ہے البتہ اگر یہ اعتراض ہو کہ نقد دس ہزار اور ادھار بارہ ہزار یہ زائد رقم کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے چیزوں کے ریٹ بدلتے رہتے ہیں ایک دن کے بعد چیز مہنگی ہو جاتی ہے تو آپ کی اقساط سال یا دو سال بعد ختم ہونی ہے اس وقت تک اس چیز کی قیمت ڈبل ہو چکی ہوگی ہو سکتا ہے اس سے بھی بڑھ جائے اس بیچارے کی نیکی ہے کہ تمہاری ضرورت پوری کی اور آپ کو آسانی کے ساتھ رقم ادا کرنے کا موقع دیا اور آنے والے وقت کے لحاظ سے آپ سے بہت کم قیمت وصول کی چیز بیچنے کے ایک ماہ بعد اس قیمت ڈبل ہوگئی پھر اور مہنگی ہوگئی وہ سوچے گا میرا مال بھی پاس نہیں اور قیمت بھی نہیں اگر آج وہ چیز میرے پاس ہوتی تو اتنے پیسے مل سکتے تھے لیکن وہ صبر کرتا ہے نہ قیمت بڑھاتا ہے اور نہ رقم کی فوراً ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے تھوڑا سا منافع لے کر اپنے معاہدے پر قائم ہے تو اس میں خریدار کو بہت فائدہ ہوا وہ چیز لے کر آگے نقد بھی بیچ سکتا ہے یا ادھار بھی لیکن مالک کو ادائیگی اپنے وعدہ کے مطابق کرے گا تو پتہ چلا یہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک ہے اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح سود کے مسائل حل ہو سکتے ہیں اگر آدمی بچنا چاہے اور غور وفکر کرے اور علماء اجتہاد کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

افراط زر کا حل: مجوزین سود یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بنک کے سود کو ناجائز قرار دینے کی بنا پر افراط زر کی بنا پر روپے کی قدر گر جاتی ہے اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بائیس سال بعد بینک میں رکھوایا ہوا ایک روپیہ تین روپے کا رہ جائے گا۔ اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اسے خوشی سے گوارا کرنا چاہئے مسلمان کے نزدیک نفع اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے تو زکوۃ، قربانی اور حج کے لئے زر کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطہ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر آباد کہہ دیا جائے گا؟ جب مسلمان مالی عبادات چھوڑنے کو تیار نہیں تو سود کھا کر اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ کے لئے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے لئے اصل خسارہ یہ ہے کہ سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے دراصل نقصان ہماری اجتماعی تقصیر کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اسلامی طریقہ مضاربت کو رواج نہیں دیا لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا روپیہ امانت رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو تو اسے ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اسی طرح تقسیم کرے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے بینک میں جو لوگ امانۃً رقم جمع کراتے ہیں ان پیسوں میں سے بینک کو خرچ کرنے کی اجازت ہے اس طرح یہ پیسے بینک پر قرض ہو جاتے ہیں اگر قرض میں پہلے یہ طے کر لیا جائے کہ لین دین میں معیار سونا یا ڈالر ہوں گے کہ جتنے ڈالر یا سونا میں دے رہا ہوں اتنا ہی آپ کو واپس دینا ہوگا بغیر کسی کمی بیشی کے آپ اتنا ہی سونا یا چاندی دے دیں اس کے مساوی ڈالر یا کرنسی نوٹ دے دیں اس سے سود لازم نہیں آئے گا کیونکہ شریعت میں ثمن اصلی سونا چاندی ہیں وہ سود سے بھی بچ جائے گا اور منافع بھی حاصل کرے گا کیونکہ ڈالر اور سونے کی قیمت بڑھتی رہتی ہے۔ اور یہ بنک کے ساتھ خاص نہیں عام آدمی کو بھی قرض دیتے وقت یہ طریقہ اختیار کر کے منافع حاصل کر سکتا ہے۔

اس تجویز کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو مثلاً ایک ہزار روپیہ قرض دیتا ہے تو مقروض پر بعینہ وہی نوٹ دینے لازم نہیں اگر بالفرض گورنمنٹ وہ نوٹ منسوخ کردے اور مقروض وہی منسوخ نوٹ واپس کرے تو یہ شرعاً اور قانوناً جائز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اصل اعتبار نوٹ کا نہیں قوت خرید کا ہے اور ثمن اصلی سونا چاندی ہیں اس لئے قوت خرید کو ہی معیار بنایا جائے گا اگر سونے کا حصول مشکل ہو تو ڈالر یا پونڈ میں معاملہ کریں۔

تفصیل دیکھیں شرح مسلم غلام رسول سعیدی کی ج ۴ص ۳۴۲-۳۵۰)

ضبط تولید کا حکم

س: علامہ صاحب! کنڈوم جسے ساتھی بھی کہا جاتا ہے اس کا استعمال کس حد تک جائز ہے اگر نا جائز ہو تو رہنمائی فرمائیں۔ ذوالفقار علی سارو کی چیمہ

ج: مصری علماء لکھتے ہیں: عورت یا مرد کو کسی دوائی یا اپریشن کے ذریعے بانجھ کر دینا جائز نہیں البتہ جب میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک کسی ایسے موروثی مرض میں مبتلا ہو جائے جو خطرناک اور متعدی ہو اور وہ ایسا مرض ہو جس میں مبتلا شخص معاشرے پر بوجھ اور حرج کا موجب ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ امراض وراثت میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس لئے جب ایسا موروثی مرض کسی میں ثابت ہو جائے تو اس کو بانجھ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مفاد عامہ کی خاطر واجب ہے کیونکہ شریعتِ اسلامیہ میں مفاسد کو زائل کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے۔ (الفتاوی الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ جلد ۹ ص ۳۰۸)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتبِ فقہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے اور جو فقہاء اس کی بلا کراہت اجازت دیتے ہیں، وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(ا) اول کوئی شخص تنگی رزق کے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے، یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی علت ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

(اور اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی) (سورۃ الاسراء:۳۱)

(ب) کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے احتراز کے لئے ضبط تولید کرے، کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور یہ نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکینِ عرب کی ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہے تو ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(۲) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لئے ضبط تولید جائز ہے، کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس ماہ بعد دوسرا بچہ آجائے، تو اس کے لئے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

(۳) حمل اور وضع حمل کے وقفوں کے دوران بعض صورتوں میں انسان اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا، اس لئے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(۴) بعض عورتوں کو اپریشن سے بچہ ہوتا ہے، بیوی کو اپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچانے کے لئے یہ عمل جائز ہے۔

(۵) جب پیٹ میں مزید اپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلہ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

(۶) اگر ماہر ڈاکٹر کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہے، تب بھی سلسلہ تولید بند کرنا واجب ہے۔

عزل (انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جانا) کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل طریقے بھی شرعاً جائز ہیں:

(ا) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیاوی اشیاء مثلاً فوم جیلی اور کریم وغیرہ کا بیرونی استعمال (ج) ساتھی (condom) (د) ڈایافرام (ہ) چھلہ (Loop) (و) نل بندی (Tubal Ligation) آخر الذکر عمل، یعنی نل بندی میں عورت کے بیضہ دان کی نالی کو (Fallopion Tube) کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اس عمل کے بعد عورت کبھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی، یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک صورت میں جب عورت کا آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے، اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر کہے کہ

مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہے، تو ان صورتوں میں نل بندی صرف جائز ہی نہیں، بلکہ واجب ہے۔ ضبط تولید کا ایک طریقہ شرعاً ممنوع ہے، اور وہ نس بندی (Vasec Tome) اس عمل میں مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے (Sperm) گزرتے ہیں، ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرالینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے، انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خودکشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے، نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے، اسی لئے اسلام میں اعضاء کی پیوندکاری بھی جائز نہیں ہے۔ بنا بریں نس بندی بھی جائز نہیں ہے بعض صحابہ نے عسرت کی بنا پر رسول اللہ ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لئے روزے رکھنے کا حکم دیا (مسلم ج ا ص ۴۴۹ مطبوعہ کراچی)

استقرار حمل کو روکنے کے لئے گولیاں کھائی جائیں، کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حائل (ساتھی اور چھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی حمل سے رکاوٹ کا یقینی سبب نہیں ہے بارہا مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے مضر اثرات بہت زیادہ ہیں۔ چھلہ اور ڈایافرام کے استعمال سے الرجی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں، اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے۔ انسان جب بھی اللہ تعالی کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے ہٹ کر کوئی کام کرے گا، مشکلات میں گرفتار ہوگا۔ اس لئے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا چاہئے۔

ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالی کے نظام خلق میں مداخلت کے لئے نہیں ہے اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں بلکہ ضبطِ تولید کا یہ عمل اس رکاوٹ اور پیدائش میں اس وقفہ کو وجود میں لانے کے لئے ہے، جس کو اللہ تعالی نے ہمارے لئے مقدر کیا ہے۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احتراز ہی کے لئے کرتے تھے۔ کیا کوئی شخص گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالی کی رازقیت پر توکل نہیں تھا یا تقدیر پر ایمان نہیں تھا پس جان لیجئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خرابیوں کی نیت سے نہیں تھا، بلکہ نیت صحیحہ کی بنا پر تھا اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے اس عمل کو بھی نیتِ صحیحہ پر محمول کرنا چاہئے۔ البتہ جہاں تک دور جدید کے مادہ پرستانہ نظریہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے تو یہ خالص الحاد پر مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے، تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے، یہ خالص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی اسائش کے لئے دوسرے انسانوں کا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن جلد ۳ ص ۷۲۶ سورۃ الانعام آیت ۱۳۷، شرح مسلم ج ۳ ص ۸۸۷)

بعض لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے کہ ضبط تولید توکل اور تقدیر کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ اللہ تعالی نے رزق کا ذمہ لیا ہے۔ (پارہ ۱۲ کی پہلی آیت) میں کہتا ہوں کہ جب اللہ نے رزق کا ذمہ لیا ہے تو وہ حصول رزق کے لئے کاروبار اور ملازمتیں کیوں کرتے ہیں کیا ان کے یہ اعمال اللہ تعالی کی رازقیت پر توکل کے خلاف نہیں۔ اگر یہ توکل کے کے خلاف نہیں تو ضبط تولید بھی توکل کے خلاف نہیں۔ اسی طرح ضبط تولید تقدیر کے خلاف نہیں اگر تقدیر کے خلاف تو پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالی سے دعا کیوں کرتے ہیں بیمار پڑ جانے پر علاج کیوں کرتے ہیں۔ یہی جواب ہوگا کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی تقدیر ہے۔ اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ کے نظام خلق میں مداخلت کے لئے نہیں ہے بلکہ ضبط تولید کا عمل اس رکاوٹ اور پیدائش میں اس وقفہ کو وجود میں لانے کے لئے ہے، جس کو اللہ تعالی نے ہمارے لئے مقدر کیا ہے۔

رابطہ نمبر 03328028182

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ولہ وسلم کی امتیازی حیثیت

مولانا کوثر نیازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم جس دنیا میں بس رہے ہیں یہ مختلف النوع طبقات انسانی پر مشتمل ہے۔ اس میں وہ لوگ بھی ہیں جن میں علم وفضل کا شہرہ ہے اور وہ بھی ہیں جو اپنی استعداد کے لحاظ سے بالکل جاہل اور بے علم ہیں۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ہر بات کو دلیل کی کسوٹی پر جانچتے اور پرکھتے ہیں۔ اور ایسے افراد بھی بہت تعداد میں ہیں جن کی طبیعتیں خرق عادت افعال دیکھے بغیر مطمئن نہیں ہوتیں۔ یہاں بادشاہ بھی رہتے ہیں اور گدا بھی۔ اور دیکھا جائے تو یہی وہ تنوع اور اختلاف ہے، جس پر اس عالم رنگ وبو کی تمام تر رعنائیوں کا دارومدار ہے۔ شاعر نے اگر کہا تو غلط نہیں کہا:

گلہائے رنگا رنگ ہے زینت چمن

اے ذوق چمن اس کو ہے زیب اختلاف

دنیا کی اس رنگا رنگی کے پیش نظر عقل تقاضا کرتی ہے کہ جس شخصیت کو آدمیت کے لئے کامل نمونہ ہونے کا مقام حاصل ہو، وہ کسی ایک طبقہ اور گروہ ہی کے لئے اپنی زندگی میں رہنمائی کا سامان نہ رکھتی ہو بلکہ اس کی آفتاب صفت سیرت کی ضوفشانیاں ہر کہ ومہ کے لئے عام ہوں، وہ پستیوں کو بھی اسی طرح جگمگا دے جس طرح بلندیوں کو، عالموں اور فاضلوں کے لئے بھی اس کے روشن کردار میں "برہان" رسالت ہو اور جاہلوں اور بدوؤں کے لئے بھی طمانیت قلب کا سامان۔ وہ صرف بڑے بزرگوں کو ہی متاثر نہ کرے بلکہ اس کی پاک زندگی میں نوجوانوں کے لئے بھی ایک بہترین نمونۂ عمل ہو، وہ بادشاہ و گدا اور امیر و غریب کو یکساں مستفید فرمائے۔ آپ اگر اس نقطہ نظر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں تو بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ

بہار عالم حسنش جہاں را تازہ می دارد　　برنگ اصحاب صورت را بوا اصحاب معنی را

دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سمیت جتنے بھی انبیا تشریف لائے ان کی زندگی کے بہت کم حالات ہمارے سامنے ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جن کے ناموں کے سوا اور کچھ معلوم ہی نہیں۔ مگر جن کے متعلق دنیا کچھ جاننے کا دعویٰ کر سکتی ہے ان کے متعلق بھی گنتی کے چند واقعات کے سوا باقی مائدہ تفصیلات ناپید ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا کے دو عظیم مذاہب کے بانی سمجھے جاتے ہیں اور ان کے پیروؤں کی بڑی بھاری تعداد آج بھی روئے زمین پر موجود ہے مگر خود ان کی زندگی کے بہت کم اجزاء محفوظ رہ سکے ہیں اور سچ پوچھئے تو ان اجزا کو بھی محفوظ نہیں کہا جا سکتا۔ تورات جس سے حضرت موسیٰ کی زندگی کا سراغ ملتا ہے اس کے متعلق یہودی بتاتے ہیں کہ وہ کئی بار دنیا سے غائب کر دی گئی۔ اس کے تمام نسخوں کو متعدد مرتبہ جلایا گیا۔ یہاں تک کہ اب صرف اس کے ترجمے باقی ہیں۔ اصل کتاب بے نشان ہو کر رہ گئی ہے اور عجیب ستم ظریفی یہ ہے کہ اس تورات میں جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب مانا جاتا ہے حضرت موسیٰ کی تجہیز و تکفین کے قصے درج ہیں۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ کی سیرت کا واحد ماخذ بن سکتی تھی۔ اس کی صحت کا حال کچھ اس سے بھی خراب تر ہے۔ عیسائیوں کے ہاں سینکڑوں بلکہ ہزاروں انجیلیں پائی جاتی ہیں مگر آج ان میں سے صرف چار انجیلوں کو معتبر مانا جاتا ہے اور یہ چار انجیلیں بھی کیسے منتخب ہوئیں۔ یہ واقعہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے ۳۲۳ء میں قسطنطین اعظم نے مشرقی رعم کے ایک شہر فیکس میں پادریوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں تین سو پادری اطراف و اکناف سے شریک ہوئے۔

بادشاہ کی صدارت میں مسلسل دو مہینے تک کانفرنس کے اجلاس ہوتے رہے۔ اسی دوران ایک گرجا میں تمام انجیلیں ڈھیر کردی گئیں اور پادری سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے رہے کہ

اے رب! جو انجیلیں جھوٹی ہیں وہ ضائع ہو جائیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعا منظور کی اور چار انجیلوں کے سوا باقی تمام انجیلیں ضائع ہو گئیں۔ اس کے بعد سے یہی چار انجیلیں مستند و معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ جن کتابوں کے استناد کا عالم یہ ہو اول تو ان پر اعتماد کیا ہی نہیں جاسکتا لیکن بفرضِ محال انھیں موجودہ شکل میں سچا تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ان سے ان جلیل القدر انبیاء کے احوال اور تذکرے مرتب نہیں ہو سکتے۔ تورات کی اطلاع کے مطابق حضرت موسیٰ کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ ان ایک سو بیس برسوں میں چند موٹے موٹے واقعات کے علاوہ ہمیں ایک خلا ہی خلا نظر آتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی روزمرہ کی زندگی جماعتی معاملات و تعلقات کہیں زیرِ بحث نہیں آتے۔ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۳۳ سال بیان کی گئی ہے مگر ان ۳۳ سالوں میں صرف آخری تین سالوں کے حالات انجیلوں سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ بقیہ زندگی پر تاریکی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں مگر جب وہ آیا جس کے متعلق مسیح یہ کہہ کر دنیا سے تشریف لے گئے تھے کہ۔ میرا جانا ہی تمھارے لئے بہتر ہے کیونکہ آنے والا میرے جانے کے بغیر نہیں آئے گا۔ تو اس کی زندگی کی جملہ تفصیلات کو نوعِ انسانی کی متاعِ عزیز کی حیثیت سے رہتی دنیا تک کے لیے ہر التباس اور ہر شک و شبہ سے محفوظ کر دیا گیا۔ وہ پاکباز انسان جنھوں نے گلشنِ انسانیت کے اس گل سرسبد کی بو باس کو سونگھا اور سونگھ کر ہم تک پہنچایا ایک لاکھ سے زیادہ شمار کیے گیے ہیں۔ تذکرہ رسالت کے ایک ایک واقعہ کو عموماً آٹھ آٹھ دس دس راویوں نے بیان کیا ہے اور تاریخ کا یہ عظیم جلیل تذکرہ اتنا مکمل اور اتنا جامع و مانع ہے کہ گو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن آج بھی آپ کی پاک زندگی کا گوشہ گوشہ ہمارے سامنے کھلی ہوئی کتاب کے مانند موجود ہے۔ یہاں کوئی سوال ایسا نہیں جس کا جواب نہ ملتا ہو، کوئی شبہ ایسا نہیں جو دور نہ ہوتا ہو۔ آپ چاہیں تو یہ تک معلوم کر سکتے ہیں کہ حضور بالوں میں کنگھا کس طرح فرماتے تھے۔ حضور سرمہ کس طرح ڈالتے تھے۔ حضور کا وضو کس طرح کا تھا اور حضور کا پسینہ کیسا تھا یہ اور اس طرح کی تمام جزئیات آپ کو مرتب شکل میں مل سکتی ہیں، جنابِ رسالت مآب کی یہ وہ امتیازی شان ہے جسے پاسورتھ اسمتھ نے دیکھا تو یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔ کوئی شخص یہاں (محمد کی سیرت) کے متعلق نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو کہ یہاں دن کی پوری روشنی ہے اور پھر انھیں تذکروں پر موقوف نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ تذکرے بھی نہ ہوتے تب بھی تنہا قرآن سے آپ کی زندگی پر اتنی روشنی پڑ جاتی ہے کہ کوئی چاہے تو فقط اسی سے آپ کی سیرت مرتب کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی سیرت کے متعلق استفسار کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ آپ کے اخلاق کی تصویر قرآن ہے پھر دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے غور کریں تو انھیں نظر آئے گا کہ رسالتِ محمدی کی امتیازی حیثیت کچھ یہیں تک محدود نہیں ہے۔ آپ کا ایک امتیازہ یہ بھی ہے کہ آپ کی زندگی تمام انسانی جماعتوں اور گروہوں کے لیے مثالی زندگی ہے آپ بادشاہوں اور جرنیلوں اور ججوں کے لیے بھی نمونہ ہیں۔ شوہروں، باپوں اور بیٹوں کے لئے بھی نمونہ۔ تاجروں اور معلموں اور زاہدوں کے لیے بھی آپ کی زندگی میں ہدایت ہے اور امیروں، غریبوں اور درویشوں کے لیے بھی اسوۂ کاملہ انسان کسی پیشہ اور کسی استعداد کا ہو بشرطیکہ وہ انسان ہو حضور کی پاک زندگی میں اس کے لیے کامل رہنمائی پائی جاتی ہے۔ اس کمال راہنمائی کا اثر دیکھنا ہو تو صحابہ کی زندگی میں دیکھیے۔ یہاں بہترین سپہ سالار اور جرنیل اور حکمران و مدبر بھی آپ کو مل جائیں گے اور زاہد و عابد فقیر درویش متوکل علی اللہ افراد بھی، یہاں آپ کو علماء و فضلا اور تجار اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والی بہترین انسانی ہستیاں نظر آجائیں گی۔ ان ہستیوں کو دیکھیے اور اس کے بعد فیصلہ کیجیے کہ جب اس آفتاب کی کرنوں میں اتنی درخشندگی و تابندگی ہے تو پھر خود اس آفتاب کی نورانیت کا کیا عالم ہوگا۔

اہلسنت کیلئے یہ خبر ازحد المناک ہے کہ فخر الکاملین، زین الصادقین، پاسبان مسلک رضا پیکر صدق و صفا حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ کو عالم فانی سے رخصت ہو گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔ ان کی وفات سے اہلسنت میں بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** January 2014
Reg.No. C.P.L.169

یا رحمۃ للعلمین

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

یا رب العلمین

محفل میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

12 ربیع الاول کو مرکزی جلوس کے بعد تا نمازِ ظہر

بمقام آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام نقش لاثانی نگر شکرگڑھ

فیضانِ نظر

آئینہ کمالات و کرامات ترجمان حقیقت شاہکار حضور نقش لاثانی

حضور مفکر اسلام پروفیسر **محمد حسین آسی نقشبندی قادری**

قدس سرہ النورانی

زیر سرپرستی

صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی

جید علماء کرام اور ثناء خوانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں

منجانب **شیرانِ اسلام پاکستان**